عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماهنامه

لولاک

ملتان

شمارہ: ۱۱ جلد: ۱۸ ذیقعدہ ۱۴۳۵ ستمبر 2014

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

مسلسل اشاعت کے ۵۲ سال

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ

۷ ستمبر ایک تاریخ ساز دن

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تاریخ ساز فیصلہ

تحریک ختم نبوت .... چند خفیہ گوشے

۷ ستمبر ... یوم ختم نبوت

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۱۱ ○ جلد: ۱۸

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمٰن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاعبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروق
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

۷ستمبر......تاریخ ساز فیصلہ	مولانا اعجاز مصطفیٰ	3

مقالات ومضامین

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ	جناب مائل خیر آبادی	7
رفیق رسالت حضرت علیؓ کا فکر انگیز خطاب	جناب ڈاکٹر عبدالرزاق ندیم	10
پیام انسانیت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ	13
حج کیسے اور کیوں	مولانا مفتی محمد جمیل خان رحمۃ اللہ علیہ	18
ایک ہفتہ......حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں (قسط نمبر 8)	مولانا اللہ وسایا	27

رد قادیانیت

۷ستمبر۱۹۷۴ء......ایک تاریخ ساز دن	مولانا مفتی خالد محمود	36
۷ستمبر......یوم ختم نبوت	مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی	45
تحریک ختم نبوت......چند خفیہ گوشے	جناب محمد متین خالد	51

متفرقات

جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	56

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

۷/ستمبر ...... تاریخ ساز فیصلہ!

بسم الله الرحمن الرحيم ۰ الحمدلله وسلام على عباده الذين اصطفى!

قرآن کریم، سنت نبویہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے یہ بات سورج کی روشنی سے زیادہ واضح اور روشن ہو چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی، آخری وحی۔ آپ ﷺ کی امت، آخری امت ہے۔ آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو صحابہ کرامؓ، آپ ﷺ کے گھرانے کو اہل بیت عظامؓ، آپ ﷺ کی ازواج کو امہات المومنینؓ جیسے پاکیزہ اور مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سوا چودہ سو سال سے امت مسلمہ میں یہی عقیدہ متواتر اور متوارث چلا آرہا ہے۔

تقریباً ایک صدی بیشتر برطانوی استعمار نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے امت مسلمہ کے اس متفقہ اور اجماعی عقیدے کے خلاف محاذ کھولا۔ اپنی دولت وحفاظت کی چھتری کے نیچے قادیان کے ایک شہری مرزا غلام احمد قادیانی کو ''منصب نبوت'' پر فائز کیا۔ جس نے اسلام کے متوازی ایک نیا دین بنایا۔ نبوت محمدیہ کے مقابل ایک نئی نبوت، قرآن کریم کے متوازی نئی وحی، اسلامی شعائر کے متوازی قادیانی شعائر، امت محمدیہ کے متوازی نئی امت، مسلمانوں کے مکہ مکرمہ کے مقابلے میں نیا مکۃ المسیح، مدینہ منورہ کے مقابلے میں مدینۃ المسیح، اسلامی حج کے مقابلے میں ظلی حج، اسلامی خلافت کے مقابلے میں قادیانی خلافت، امہات المومنینؓ کے مقابلے میں قادیانی ام المومنین، صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں قادیانی صحابہ کے القاب و نام تجویز کئے۔ اس بات کی تصدیق، اسلام اور قادیانیت کا خلاصہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا محمود احمد قادیانی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

۱...... ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول اللہ ﷺ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے۔''

(خطبہ جمعہ میاں محمود خلیفہ قادیان، مندرجہ الفضل ۳۰/جولائی ۱۹۳۸ء)

۲...... اس طرح مرزا قادیانی کی اس نئی نبوت اور نئے دین کو نہ ماننے والے مسلمان کافر اور جہنمی قرار پائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا الہام ہے: ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔'' (اشتہار معیار الاخیار، مندرجہ تبلیغ رسالت ج:۹ص:۲۷)

۳...... مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے لڑکے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں: ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت ص:۳۵)

قادیانیوں کی ان ہفوات، بے ہودہ گوئیوں اور ان کے اسلام دشمنی کے اس گھٹیا کردار کو دیکھتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم نے اس وقت کی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ قانونی طور پر قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت تسلیم کرے۔ ظاہر ہے انگریز نے جب خود اس پودے کو کاشت کیا تو وہ کیسے اس کو اکھاڑ سکتا تھا۔ اس نے یہ مطالبہ نہ ماننا تھا اور نہ مانا۔ انگریز کے دور اقتدار میں قادیانی اپنے آپ کو مسلمان باور کرا کر ہمیشہ مسلمانوں کی جاسوسی کرتے رہے جو آج تک کر رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ملکی حالات کمزور دیکھ کر قادیانیوں نے ایک بار پھر اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور سر توڑ کوششیں کیں کہ کسی طرح پورا پاکستان نہ سہی کم از کم تھوڑی آبادی والا صوبہ، صوبہ بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ بنا دیا جائے۔ ان کی خلاف اسلام ان کارروائیوں کو روکنے اور علامہ اقبال مرحوم کے مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلائی گئی جس کو جبر وتشدد اور فوجی طاقت سے بظاہر کچل دیا گیا۔ لیکن اس تحریک نے علمائے امت کی قیادت میں ہر مسلمان کے دل میں ایمانی اور حضور اکرم ﷺ کی محبت اور غلامی کا ایٹم بم فٹ کر دیا جس کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کی اپنی شرارت اور غنڈہ گردی کے نتیجے میں جب تحریک چلی تو خیبر سے کراچی اور لاہور سے کوئٹہ تک تمام مسلمان اپنے اتحاد، اتفاق اور ایک ہی مطالبہ کی بنا پر یک جان اور ''بنیان مرصوص'' کی مثال پیش کر رہے تھے۔

۱...... مسلمانوں کی قیادت کی طرف سے مطالبہ تھا کہ تمام قادیانیوں (لاہوری گروپ ہو یا ربوی) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲...... پاکستان اسلامی ملک ہے۔ قادیانیوں کو اس ملک کے کلیدی عہدوں اور مناصب سے ہٹایا جائے۔

۳...... قادیانیوں کو ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکا جائے اور اس کے سدباب کے لئے قانون بنایا جائے۔

تحریک ۱۹۷۴ء کی مختصر روئیداد یہ تھی کہ ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبا میں انتخابات ہوئے جس میں ایک طرف مسلمان طلبا اور دوسری طرف قادیانی طلبا تھے۔ مسلمان طلبا کو کامیابی ملی ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعروں سے تمام مسلمان طلبا سرشار تھے۔ اسی نشتر کالج کے طلبا جب سیر وسیاحت کے لئے ٹرین کے ذریعے پشاور جارہے تھے تو چناب نگر اسٹیشن پر جب ٹرین رکی تو قادیانیوں نے اپنا لٹریچر تقسیم کیا جس پر طلبا مشتعل ہوگئے۔ ان طلبا نے ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعرے لگائے۔ قادیانیوں کو غصہ آیا اور انہوں نے واپسی پر ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر اسٹیشن پر ان طلبا پر حملہ بول دیا۔ ڈنڈوں، سریوں سے مسلح قادیانی جتھے نے خوب اپنا غصہ نکالا۔ ان طلبا کو شدید زخمی کیا۔ کئی ایک طلبا بے ہوش ہوگئے۔ مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف نفرت اور غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حکومت نے بروقت صحیح قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ ۱۹۵۳ء کی طرح اس تحریک کو بھی کچلنا چاہا۔

۳؍جون ۱۹۷۴ء کو تمام مسالک کے علماء کرام کا ایک نمائندہ اجتماع راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ حکومت نے

اسے ناکام بنانے کی اپنے تئیں پوری کوششیں کیں۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ ۹؍جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں اجتماع ہوا اور اس میں طے کیا: ”ہمارا یہ اجتماع اس وقت صرف ایک دینی عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہ اجتماع ”ختم نبوت“ کے مسئلہ پر ہے۔ اس کا دائرہ آخر تک محض دینی رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہئے جو سیاسی حضرات اس میں شامل ہیں ان کا مطمع نظر دینی ہی ہوگا اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کی کشمکش سے بالاتر ہوگا۔ ختم نبوت کی تحریک کا طریق کار نہایت پرامن ہوگا اور اسے تشدد سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر کوئی مزاحمت ہوئی یا تکلیف پیش آئی تو دین کے لئے اس کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر کرنا ہوگا۔ مظلوم بن کر رہنا ہوگا اور ہمارے مدمقابل صرف مرزائی امت ہوگی۔ ہم حکومت کو ہدف بنانا نہیں چاہتے۔ اگر حکومت نے ان کی حفاظت یا ان کی حمایت میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس وقت مجلس عمل کوئی مناسب فیصلہ کرے گی۔ ابھی قبل از وقت کچھ کہنا درست نہیں۔“

(ماہنامہ بینات کراچی، رمضان رشوال ۱۳۹۴ھ)

اسی اجتماع میں طے ہوا کہ ۱۴؍جون ۱۹۷۴ء کو ملک میں مکمل ہڑتال ہوگی اور مرزائی امت کے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۳؍جون ۱۹۷۴ء کو وزیراعظم مسٹر بھٹو نے ریڈیو پر تقریر کی۔ لیکن اس تقریر میں حادثہ ربوہ پر کوئی ایک حرف نہیں کہا۔ ختم نبوت پر ایمان جتاتے ہوئے کہا کہ یہ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ اتنی جلدی کیسے حل ہوگا؟

۱۶؍جون کو مجلس عمل کا اجلاس ہوا۔ اس میں وزیراعظم کی تقریر پر غور وخوض کیا گیا اور طے کیا گیا کہ تحریک کو ہر ممکن پرامن رکھنے کی کوشش کی جائے۔ قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہرصورت بچایا جائے۔ علماء کرام نے پورے ملک کے دورے کئے۔ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی۔ اس تحریک کے قائد اور میر کارواں محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ تھے۔ ۲۰؍جولائی ۱۹۷۴ء کو ملک بھر کے اخبارات میں حضرت بنوریؒ کو بدنام کرنے کے لئے حکومتی اشاروں پر اشتہارات چھپنا شروع ہوگئے۔ حضرت بنوریؒ نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا۔ اپنی پوری توجہ تحریک کو موثر اور کامیاب بنانے پر مرکوز رکھی۔ ۳۱؍جولائی ۱۹۷۴ء کو وزیراعظم نے مستونگ (بلوچستان) میں اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلے کی تاریخ کا اعلان کردیا جائے گا۔ چنانچہ فیصلے کے لئے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی تاریخ کا اعلان ہوا۔

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے دو ماہ میں اٹھائیس اجلاس کئے اور چھیانوے گھنٹے نشستیں کیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ”ملت اسلامیہ کا موقف“ نامی کتاب پیش کی گئی۔ قادیانیوں اور لاہوری گروپ کے نمائندوں نے اپنے اپنے موقف پر مبنی کتابچے پیش کئے۔ ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن تک بیالیس گھنٹے اور لاہوری پارٹی کے سربراہ مرزا صدرالدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔ یوں یہ مسئلہ پوری قومی اسمبلی کے اراکین کے اتفاق سے حل ہوا اور قادیانیوں کو ان کے دیئے گئے اپنے بیانات کی روشنی اور ان پر کی گئی جرح کے نتیجے میں (خواہ لاہوری گروپ ہو یا ربوی) غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ! اور اب چالیس سال بعد قومی اسمبلی کی تمام تر کارروائی الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چھاپ کر تمام مسلمانوں کی طرف

سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ جسے ہر مسلمان کو پڑھنا ضروری ہے۔ بلکہ تمام قادیانی بھی ایک بار اس کو ضرور پڑھ لیں تاکہ انہیں بھی تمام حقائق سے آگاہی ہو۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے اس فیصلے کو تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر گیا اور نئی نسل جوان ہو کر ادھیڑ عمر کو پہنچ گئی ہے اور اس کے بعد کی نسل کو اس مسئلہ کی اصل حقیقت، وجوہات، اسباب، قادیانیوں کے عقائد، ان کا دجل وفریب اور ان کی سازشوں کا علم نہیں۔ انہیں مثبت حکمت ودانائی سے بھرپور علمی اور تبلیغی انداز میں یہ سب بتانے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قادیانیوں کی نئی نسل کو بھی اس بارہ میں آگاہ کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ تاکہ کل بروز قیامت یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو کسی نے اصل عقائد سے روشناس ہی نہیں کرایا تھا تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟۔ اس لئے تمام مسلمان بالخصوص علماء کرام اور مساجد کے ائمہ اور خطباء عظام کی بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ مسلم عوام کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت، ضرورت کے بارہ میں آگاہ کریں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے بارہ میں بیدار کریں اور قادیانیوں کے فتنے سے ان کو روشناس کریں۔ اسی لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں نے علماء کرام کے لئے ایک خط مرتب کیا ہے۔ جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

محترمی ومکرمی جناب .... زیدمجدہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے آپ عافیت سے ہوں گے!

دین اسلام اللہ رب العزت کا آخری دین ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ یہی دین کامل، مکمل اور قابل نجات دین ہے۔ دور حاضر فتنوں کا دور ہے۔ ملک عزیز فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ آئے روز کوئی نہ کوئی نیا فتنہ یہاں رونما ہوتا رہتا ہے۔ ان فتنوں میں سے ایک سنگین ترین فتنہ فتنۂ قادیانیت ہے جس سے آنجناب بخوبی واقف ہیں۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے اکابر علماء کرام اور عوام الناس کی بے مثال قربانیوں سے بھی آپ یقیناً واقف ہوں گے۔ فتنۂ قادیانیت کے دجل، فریب اور مذموم سازشوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ملک عزیز میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دس ہزار نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا جس سے فتنۂ قادیانیت کی کمر ٹوٹی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ الحمدللہ!

اس سلسلہ میں آنجناب سے درخواست ہے کہ ۷؍ستمبر کے عظیم دن کے حوالہ سے ۵؍ستمبر بروز جمعہ کو ''تحریک ختم نبوت، تاریخ کے آئینہ میں'' کے عنوان پر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں۔ تاکہ نئی نسل عشق مصطفی ﷺ سے آگاہ ہو اور فتنۂ قادیانیت اور مرزائیت کی سنگینی سے آشنا ہو۔ امید ہے آپ ضرور بالضرور اس عنوان پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

والسلام

مولانا عبدالمجید لدھیانوی	مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر	مولانا صاحبزادہ عزیز احمد
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ	نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ	نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین!

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ

مائل خیرآبادی

حضرت عائشہؓ اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ اسلامی تاریخ میں جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں اور حضرت عائشہؓ کا یہ تعارف کتنا شاندار ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی پیاری بیوی تھیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی بیوی کو امہات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) فرمایا۔ اس ارشاد کے مطابق حضرت عائشہؓ ام المؤمنین (مسلمانوں کی ماں) ہیں۔ ام المؤمنین تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ملا۔ حضرت عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ کے بڑے بیٹے تھے۔ چونکہ اسلام میں خالہ کو قریب قریب ماں کے برابر مانا گیا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے یہ مشورہ دیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس مشورے کو قبول کر لیا اور ام عبداللہ کنیت رکھ لی اور یہ تعارف کتنا قابل رشک ہے کہ ان کے خاندان کے ہر فرد کو صحابی اور ہر عورت کو صحابیہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہ شرف ہے کہ انسانوں میں اللہ کے نبیوں کے بعد اس سے بڑا کوئی مقام نہیں۔ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے بارے میں تذکروں کے اندر یہ بات ملتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان میں سے جس کو ایک بار کسی بات پر ٹوک دیتے تھے، پھر وہ بات دوبارہ صحابی یا صحابیہ سے نہ ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کو نبی اکرم ﷺ نے ان کے بچپن ہی سے تربیت فرمائی تھی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک بات دیکھی تھی اور اسی سانچے میں ڈھل گئی تھیں۔ ہم ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے عملی نمونے نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ نمونے ہم سب کے لئے (چاہے مرد ہوں یا عورت) ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ سب سے پہلے عبادت کا نمونہ دیکھئے۔

وہ عبادتیں جو فرض ہیں ان کے بارے میں تو صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کی پابندی معروف ہے۔ حضرت عائشہؓ فرض نمازوں کی پابندی کے علاوہ زیادہ تر وقت نفل نمازوں میں گزارتی تھیں۔ چاشت کی نماز کی پابندی نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں کرنے لگی تھیں۔ حضور ﷺ کے بعد چاشت کی نماز کبھی نہیں چھوڑی۔ یہی حال تہجد کا تھا۔ تہجد کی نماز فرض نہیں تھی لیکن حضور ﷺ صحابہؓ کو تہجد پڑھنے کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو رات کے وقت سوتے سے جگاتے۔ حضور ﷺ کے زمانے سے ہی تہجد کی نماز نہ چھوڑی۔

رمضان کے علاوہ روزہ رکھنے کا خاص اہتمام تھا۔ عرفہ کے دن روزہ رکھتیں۔ ایک بار عرفہ کے دن سخت گرمی اور شدید تپش تھی۔ ام المؤمنین روزے سے تھیں۔ تپش کی شدت سے سر پر بار بار چھینٹے دیئے جا رہے تھے۔ اتنے میں عبدالرحمٰنؓ (بھائی) آ گئے۔ یہ حال دیکھا تو کہا: ''ایسی گرمی میں نفل روزہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟'' فرمایا: ''میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آج کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو میں عرفہ کے دن روزہ نہیں چھوڑوں گی۔'' ہر سال حج بھی بڑی پابندی کے ساتھ کرتی تھیں۔ عبادت اور اعمال کا اصل جوہر خوف خدا ہے۔ بہت نرم دل تھیں۔ عبادت کے وقت خدا کا خوف طاری ہو جاتا۔ بعض آیات کی تلاوت کرنے پر آنسو بہنے لگتے۔ اسی طرح ایک بار

عبداللہ بن زبیرؓ (بھانجے) سے خفا ہوگئیں۔ ہوا یہ کہ وہ اکثر خالہ کے لئے رقم بھیجا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے بڑی رقم بھیجی۔ ام المؤمنین نے وہ سب خیرات کردی۔ عبداللہؓ نے سنا تو زبان سے نکل گیا کہ ”اس قدر فیاضی؟ میں کہاں تک بھیجوں؟“ اس پر ناراض ہوکر قسم کھالی کہ عبداللہؓ سے نہ بولوں گی۔ عبداللہؓ کو معلوم ہوا تو بہت گھبرائے۔ خالہ کو منانے کے جتن کرنے لگے۔ وہ کسی طرح قسم توڑنے پر تیار نہ ہوئیں۔ آخرکار عبداللہؓ نے بزرگوں کو درمیان میں ڈالا کہ خالہ میری خطا معاف کردیں۔ بزرگوں کے کہنے پر مجبور ہوگئیں۔ قسم توڑدی۔ کفارہ ادا کیا۔ غلام پر غلام آزاد کئے۔ یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کئے۔ پھر قسم توڑنے کا اتنا اثر تھا کہ جب یاد آتا تو رونے لگتیں۔

ام المؤمنین بے حد فیاض تھیں۔ جو ہاتھ میں آجاتا۔ مانگنے والے کو دے دیتیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ: ”میں نے خالہ سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہ دیکھا۔“ دوسرے بھانجے عروہ کہتے ہیں کہ: ”خالہ کے پاس میرے سامنے ستر ہزار کی رقم آئی۔ آپ نے سب خیرات کردی۔“ ایک بار حضرت معاویہؓ نے ایک لاکھ کی رقم بھیجی۔ یہ رقم تقسیم کرنے لگیں۔ اس دن روزہ بھی تھا۔ شام ہوتے ہوتے سب خیرات کردی۔ اسی طرح ایک بار عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ وہ رقم بھی خیرات کردی۔ دو درہم بچے تھے اور سائل سامنے تھا۔ لونڈی نے یاد دلایا: ”آج آپ کا روزہ ہے۔ یہ دو درہم بچا لیجئے۔“ فرمایا: ”اب نہیں۔“ چنانچہ سائل کو دونوں درہم دے دیئے۔ ایک بار اپنا ایک مکان بیچا اور ساری رقم خیرات کردی اور زیادہ دلچسپ واقعات سنئے۔ ایک بار ایک عورت اپنے دو بچوں کو لے کر آئی۔ اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا۔ ڈھونڈا تو ایک کھجور نکلی۔ اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا بچوں کو دے دیا۔ اس سے زیدہ دلچسپ واقعہ یہ کہ: ”ایک بار ایک سائل آیا۔ گھر میں انگور کا ایک دانا تھا۔ وہ اسے دے دیا۔ وہ تعجب سے منہ تکنے لگا۔“ فرمایا: ”دیکھو تو اس میں کتنے ذرے ہیں۔“ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ“ (جس نے ایک ذرہ بھر نیکی کی وہ اس کو دیکھے گا) یعنی دیکھو ثواب بھی ہے۔“

ام المؤمنین لاولد تھیں۔ کوئی اولاد نہ تھی۔ تو بچوں کو پال لیا کرتیں۔ ان کی تربیت کرتیں اور جب وہ بڑے ہو جاتے تو ان کی شادیاں کردیتی تھیں۔ بات بات پر غلام آزاد کردیا کرتی تھیں۔ بے حد خوددار تھیں۔ ایک دن مال غنیمت میں سے موتیوں کی ڈبیہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت میں بھیجی اور دوسری ازواج مطہراتؓ کو موتیوں میں سے نہیں دیا تو غیرت کے مارے پکار اٹھیں۔ ”خدایا: مجھے عمرؓ کے احسانات سے بچا۔“ ایک بار عرب کے ایک رئیس نے تحفے کے طور پر ایک بڑی رقم اور بہت سے کپڑے بھیجے۔ ام المؤمنین کا قاعدہ تھا کہ جب کہیں سے تحفے آتے تو آپ بھی تحفے کے بدلے کچھ نہ کچھ بھیجتیں۔ لیکن جب اس رئیس کا تحفہ آیا تو اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا۔ واپس کرنا چاہا۔ لیکن یاد آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے تحفہ واپس کرنے سے منع فرمایا ہے، تو رکھ لیا اور غریبوں کو بانٹ دیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ (بھانجے) سے غیرت وخودداری کی وجہ سے ناراض ہوگئی تھیں۔ خودداری کی وجہ سے اپنی تعریف پسند نہ کرتی تھیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ آخر وقت میں بیمار ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عیادت کے لئے آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ام المؤمنین کے علم، کمال اور تقویٰ کے مداحوں میں سے تھے۔ ام المؤمنین کو اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ آ کر تعریف کے کلمے کہیں گے۔ اجازت دینے سے رکیں۔ لوگوں نے حضرت عبداللہؓ کا مرتبہ یاد دلایا۔ سفارش کی تو آنے کی اجازت دی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے واقعی آتے ہی ام المؤمنین کی بڑائی بیان کرنا شروع کردی۔ سن کر فرمایا: ”کاش میں پیدا نہ ہوئی ہوتی۔“

رسول اکرم ﷺ نے اپنی تربیت میں حضرت عائشہؓ کو قناعت کی جو تعلیم دی تھی وہ اس کا نمونہ تھیں۔ جب حضور ﷺ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا: ”عائشہ! وہ سونے کی ڈلی ہوگی۔“ یہ سنتے ہی فوراً پیش کردی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”اسے خیرات کردو۔“ چنانچہ خیرات کردی۔ جس دن حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس دن گھر میں فاقہ تھا۔ حضور ﷺ کے بعد تحفے تحائف بہت آتے تھے۔ لیکن شام ہوتے ہوتے گھر میں کچھ نہ رہتا تھا۔ لونڈی ٹوکتی تو خدا کا نام لیتیں۔ حضور ﷺ کے ارشادات کے مطابق ہمیشہ غریبوں کی طرح رہیں۔ اسی حجرے میں زندگی گزاردی۔ جس میں حضور ﷺ کے ساتھ رہتی تھیں۔ اسی حجرے کو اس وقت چھوڑا جب حضرت عمرؓ نے اپنی قبر کے لئے اس میں جگہ مانگی۔

لاکھوں کی رقم ایک دن میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرتیں اور دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوتیں اور خوشی خوشی اٹھتیں۔ عفو اور درگزر کے ہزاروں واقعات ہیں۔ کئی سوکنیں تھیں۔ لیکن ان کی برائی کرتیں نہ غیبت۔ کسی کی برائی سننا بھی پسند نہ کرتیں۔ حضرت حسانؓ خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ان کو عزت سے بٹھاتی تھیں۔ لوگوں سے یہ کہتیں: ”یہ رسول اللہ ﷺ کے مداح ہیں۔“ ان سے اشعار سنتیں اور حوصلہ افزائی کرتیں۔ دلچسپ واقعہ سنئے۔ ایک شخص کو بہت برا سمجھتی تھیں۔ لیکن جب وہ مرا تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ شاگرد موجود تھے۔ انہیں حیرت ہوئی۔ کسی نے کہا بھی کہ وہ ایسا اور ایسا تھا۔ فرمایا: ”حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو۔“

خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتی تھیں۔ راتوں کو قبرستان چلی جاتیں۔ میدان جنگ میں جب تیر برستے ہوتے تو مشک لادے ہوئے زخمیوں کو پانی پلاتی پھرتیں۔ غزوہ خندق میں جب سارا عرب مدینے پر چڑھ آیا تھا اور مسلمانوں میں گھبراہٹ پھیل گئی تھی تو حضرت عائشہؓ جا جا کر میدان جنگ دیکھتیں۔ نبی اکرم ﷺ سے کئی بار جنگ میں حصہ لینے کی اجازت مانگی لیکن اجازت نہ ملی۔ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے۔ دین اور شریعت میں آپ کا فیصلہ آخری مانا جاتا ہے۔ آپ کے فیصلے سے ہٹنا ایمان سے دور ہونا ہے۔ حضور ﷺ سے ہر بات کا فیصلہ معلوم کرنے میں مردوں کو بڑی آسانیاں تھیں۔ سامنے آکر ہر شخص بات کرلیا کرتا تھا۔ عورتوں کو یہ آسانی نہ تھی۔ حضور ﷺ کی حیاء کمال کے درجہ پر تھی۔ اس لئے بہت سی باتیں عورتوں کو بتانے میں جھجکتے تھے۔ ایسی حالت میں امہات المؤمنین ذریعہ بنتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں سے متعلق بہت سے مسئلے امہات المؤمنین سے امت کو ملے۔ امہات المؤمنینؓ میں سب سے بہتر عورتوں کی وکیل اگر تھیں تو حضرت عائشہؓ تھیں۔

انتقال کے وقت سرسٹھ سال کی عمر تھی۔ رمضان ۵۸ھ میں بیمار ہوئیں۔ اسی مہینے کی سترہ تاریخ کو وفات پائی۔ ام المؤمنین حضرت سلمہؓ نے فرمایا: ”جنت ان کے لئے واجب ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔“ وفات کی خبر ہوئی تو مدینے میں ایک ہجوم اکٹھا ہوگیا۔ جنازہ رات کے وقت اٹھا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ رات کے وقت مدینے میں اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواج مطہراتؓ کی قبروں کے پاس قبر بنی۔ بھتیجوں، بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ مسلمانوں نے آنسو بہاتے ہوئے اپنی ماں کو دفن کیا۔ بعد میں لوگوں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ: ”حضرت عائشہؓ کے مرنے کا غم کتنا ہوا؟“ مدینے والوں نے جواب دیا: ”وہ جس جس کی ماں تھیں اس نے ان کا غم کیا۔“

رفیق رسالت حضرت علیؓ کا فکر انگیز خطاب

ڈاکٹر عبدالرزاق ندیم

امیر المومنین، دامادِ رسول ﷺ، حضرت علیؓ نے ایک موقعہ پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ طویل خطبہ جو نہایت عمدہ نصائح پر مشتمل ہے۔ اس خطبہ کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے: ”حمد کرتا ہوں اس کی جس کا احسان عظیم ہے۔ اس کی نعمت وسیع اور کامل ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اس کا حکم نافذ ہے اور اس کا فیصلہ مبنی بر عدل و انصاف ہے۔“

خدا کی حمد اس طرح کرتا ہوں جس طرح اس کی ربوبیت کا اقرار کرنے والا، اس کی عبودیت میں فروتنی کرنے والا، اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے والا، اس کی توحید کا اعتراف کرنے والا جو حمد کرتا ہے اور اس کے قہر وغضب سے پناہ مانگنے والا حمد کرتا ہے۔ اس طرح سے میں خدا کی حمد کرتا ہوں۔ جس طرح امیدوار مغفرت و نجات قیامت کے دن کرے گا۔ جس روز ہر شخص اپنے عزیزوں اور قرابت داروں اور اپنی اولاد سے بے پرواہ اور اپنی ہی حالت میں مبتلا ہوگا ہم اس سے مدد و ہدایت چاہتے ہیں۔ اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں مثل اس بندہ کے جو اس کے وجود کا یقین رکھتا ہے اور مثل اس مؤمن کے جو خدا کو واحد اور یگانہ ہونے کا اور اس کی وحدانیت کا یقین رکھتا ہو۔ جس طرح سے ایک مؤمن رکھتا ہے۔

اس خدا کی سلطنت اور خالقیت میں نہ کوئی شریک اور ساتھی ہے اور نہ کوئی اس کا مشیر و وزیر ہے۔ اس کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کا کوئی مددگار معین و ناصر و نظیر ہو۔ وہ سب کا حال جانتا ہے اور عیب پوشی کرتا ہے۔ باطن کی حالت سے واقف ہے اور اس سے آگاہ ہے۔ اس کی بادشاہت سب پر غالب ہے۔ گناہ اور نافرمانی اس کی کی جاتی ہے تو معاف کر دیتا ہے۔ اس کا حکم انصاف کے ساتھ ہوتا ہے وہ کریم ہے۔ فضل و کرم کرتا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ (بے زوال ہے) اور کوئی اس کا مثل نہیں ہے۔ اور وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور پروردگار ہے۔ اپنی عزت و بزرگی سے غالب ہے۔ اپنی ہی قدرت سے ہر شے پر قادر ہے۔ بسبب اپنی عظمت اور بڑائی کے وہ پاک و مقدس ہے اور بسبب اپنی رفعت و شان کے وہ ہر شے سے ارفع ہے۔ نہ آنکھ اس کو دیکھ سکتی ہے نہ عقل اس کو سمجھ سکتی ہے۔ وہ قوی ہے برتر ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ہر بات کو سنتا ہے۔ وہ مہربان اور رحیم ہے۔

جس شخص نے اس کی حمد و ثناء کی وہ عاجز ہوگیا (نہ کر سکا) اور جس نے اس کو پہچانا وہ اس کی تعریف کرنے کے بارے میں حیران رہ گیا۔ باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور دور ہونے پر نزدیک ہے۔ یعنی باعتبار رحمت و تدبیر وہ قریب ہے اور اس لحاظ سے دور کہ ہم حواس ظاہری سے اس کو محسوس نہیں کر سکتے۔ جو کوئی اس سے دعا کرتا ہے وہ قبول کرتا ہے۔ روزی دیتا ہے اور بخشش کرتا ہے اور صاحب لطف خفی ہے۔ عنایت اس کی بہت بڑی ہے۔ گرفت اس کی قوی ہے۔ رحمت اس کی وسیع ہے۔ عذاب اس کا دردناک ہے۔ اس کی رحمت جنت ہے۔ ایسی جنت

جو نہایت وسیع ولطف انگیز ہے۔ اس کا عذاب دوزخ ہے جو مہلک اور پھیلا ہوا ہے اور اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے رسول، بندہ، صفی، محبوب، دوست اور برگزیدہ ہیں اور ایسے زمانے اور ایسے وقت میں نبی بنا کر بھیجے گئے۔ جب زمانہ نبی سے خالی اور کفر کا دور دورہ تھا اور ان کو اس لئے مبعوث کیا کہ اپنے بندوں پر رحمت اور احسان کرے۔ مزید برآں اپنی نبوت کو ان پر ختم اور اپنی حجت کو ان پر مضبوط کر دیا۔

پس اس پیغمبر (محمد ﷺ) نے وعظ وپند فرمایا۔ خدا کا حکم بندوں تک پہنچایا اور ہر طرح سے اس کا پیغام پہنچانے میں کوشش کی۔ وہ ہر مؤمن پر مہربان تھے رحم کرتے تھے۔ سخی تھے، پسندیدہ تھے، پاکیزہ تھے اور نیز خدا کی طرف سے ان پر رحمت، سلام، عظمت، برکت اور اکرام ہو۔ اس خدا کی طرف سے جو بخشنے والا، قریب اور دعا قبول کرنے والا ہے۔

اے حاضرین مجلس! میں تم کو تمہارے پروردگار کا حکم سناتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں اور تم کو تمہارے پیغمبر ﷺ کا طرز عمل یاد دلاتا ہوں۔ تم پر لازم ہے کہ خدا سے ڈرو تا کہ تمہارا دل مطمئن رہے اور خدا کا ایسا خوف کرو کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور ایسی پرہیزگاری کرو جو تم کو نجات دلوائے۔ قبل اس کے کہ آزمائش کا دن آئے اور تم غافل ہو جاؤ۔ یعنی تم کو سوائے اپنے کسی کا خیال نہ رہے اور اپنے اپنے عالم میں گرفتار ہو۔ اس روز وہی شخص کامیاب ہوگا جس کے ثواب کا پلہ بھاری اور گناہوں کا پلہ ہلکا ہوگا۔ تم کو چاہئے کہ جب خدا سے دعا کرو تو بہت عاجزی، گڑگڑا کر اور لجاجت وعاجزی کے ساتھ کرو اور دل سے گناہوں کا خیال دور کر کے ندامت کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کرو۔ تم کو چاہئے کہ بیماری سے قبل صحت کو، بڑھاپے سے قبل جوانی کو، فقر سے پہلے تونگری کو، سفر سے پہلے حضر (وطن) کو اور کاموں میں مشغول ہونے سے پہلے فراغت کو غنیمت جانو۔ ایسا نہ ہو کہ بڑھاپا آ جائے اور تم سب کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاؤ۔ مرض آ جائے اور حکیم وطبیب اس کو تعب ورنج میں ڈالے اور دوست واحباب روگردانی کریں۔ عمر منقطع ہو جائے اور عقل میں فتور آ جائے۔

پھر یہ کہا جانے لگے کہ بخار کی شدت سے حالت خراب ہوگئی ہے۔ جسم لاغر ہو جاتا ہے۔ جانکنی کی سختی ہوتی ہے اور قریب وبعید کا ہر شخص اس کے پاس آتا ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ پتلیں پھر جاتی ہیں۔ پیشانی پر (موت) کا پسینہ آ جاتا ہے۔ ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے اور آواز بند ہو جاتی ہے۔ روح قبض ہو جاتی ہے۔ زوجہ پیٹنے لگتی ہے۔ اس کے بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھی متفرق ہو جاتے ہیں۔ اعضاء شکستہ ہو جاتے ہیں۔ بینائی اور سماعت جاتی رہتی ہے۔ پھر اس کو سیدھا کر کے لٹا دیتے ہیں۔ لباس اتار لیا جاتا ہے، غسل دیا جاتا ہے۔ ایک کپڑے سے جسم پونچھا جاتا ہے اور خشک کر کے اس پر ایک چادر ڈال دی جاتی ہے اور ایک بچھا دی جاتی ہے اور کفن لایا جاتا ہے۔ اس کی ٹھوڑی باندھی جاتی ہے۔ قمیص پہنایا جاتا ہے اور رخصت کر دیا جاتا ہے اور جنازہ اٹھانے والوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ بغیر تکیہ یعنی پیشانی خاک پر نہیں رکھی جاتی اور آراستہ وطلاکار اور مضبوط ومحکم محلوں اور نفیس فرش وفروش والے کمروں سے لا کر اس کو لحد تنگ میں ڈال دیتے ہیں۔ قبر تہہ بہ تہہ اینٹوں سے چن کر اوپر پتھر رکھ کر پاٹ دی جاتی ہے اور ڈھیلوں سے پر کر دی جاتی ہے۔ اس پر (میت پر) خوف چھا جاتا ہے۔ اس کی خبر معلوم نہیں ہوتی ہے۔ عزیز ودوست (سب) اس کو چھوڑ کر پلٹ جاتے ہیں۔ اس کے

دوست احباب سب بدل جاتے ہیں۔ وہ (مردہ) قبر میں پڑا ہوتا ہے اور مٹی ہونے لگتا ہے۔ اس کے بدن پر کیڑے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اس کی ناک سے پیپ بہتی ہے۔ اس کا گوشت خاک ہو جاتا ہے۔ اس کا خون دونوں پہلوؤں سے خشک ہو جاتا ہے۔ اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جاتی ہیں۔ نیک اعمال کرنے کے صلہ میں قبر باغ جنت بن جاتی ہے۔ ورنہ دوزخ کا گڑھا بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ خدا پھر اس کو قبر سے اٹھائے۔

جب صور پھونکا جائے گا تو وہ قبر سے اٹھے گا اور میدان حشر ونشر میں بلایا جائے گا۔ ان کے دلوں کے بھید ظاہر کئے جائیں گے اور ہر ایک پیغمبر، صدیق اور شہید حاضر کیا جائے گا۔ فیصلہ کے لئے خداوند قدس جو اپنے بندوں کے حالات سے واقف اور آگاہ ہے۔ جدا جدا کھڑا کرے گا۔ پھر بہت سی (وحشت ناک) صدائیں اس کو پریشانی میں ڈال دیں گی اور مقام خوف وحسرت سے وہ لاغر ہو جائے گا اور اس بادشاہ جلیل کے سامنے جو ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جانتا ہے، ڈرتا ہوا حاضر ہوگا۔ اس وقت گناہوں کے شرم سے اس قدر پسینہ بہے گا کہ منہ تک آ جائے گا اور اس کو نہایت بے چینی ہوگی۔ وہ بہت کچھ روئے پیٹے گا فریاد کرے گا مگر کچھ شنوائی نہ ہوگی۔ نہ کوئی عذر قبول ہوگا اور سب اس کی خطائیں اور گناہ ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ اس کا نامہ اعمال پیش کیا جائے گا۔ وہ اپنے اعمال کو دیکھے گا۔ آنکھ اس کی بدنظری کی، ہاتھ (بیجا) مارنے کی، پاؤں (برے کام کے واسطہ) چلنے کی اور شرمگاہ زناکاری اور جلد مس کرنے کی گواہی دیں گے۔ پھر اس کی گردن میں زنجیر ڈال دی جائے گی اور مشکیں باندھ دی جائیں گی۔ پھر کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور روتا پیٹتا داخل جہنم ہوگا اور وہاں اس پر بہت سخت عذاب کیا جائے گا۔ جہنم کا کھولتا ہوا پانی اس کو پینے کے لئے دیا جائے گا۔ جس سے اس کا منہ جھلس جائے گا۔ کھال اڑ جائے گی۔ فرشتے گرز آہنی سے اس کا ماریں گے اور کھال اڑ جانے کے بعد نئی کھال پیدا ہوگی۔ وہ شخص (بہت کچھ) داد فریاد کرے گا۔ مگر فرشتے نگہبان جہنم اس کی طرف سے منہ پھیر لیں گے۔ (ایک نہ سنیں گے) اسی طرح ایک مدت دراز تک وہ عذاب میں مبتلا اور نادم توبہ تلا کرتا رہے گا۔ میں پروردگار قدیر سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھ کو ہر معز شے سے محفوظ رکھے اور اس سے میں ایسی معافی کا خواستگار ہوں جیسے اس نے کسی شخص کو اس سے خوش ہو کر عطاء کی ہو اور ایسی مغفرت چاہتا ہوں جو اس نے قبول توبہ سے عطاء کی ہو۔ پس وہی (خدا) میری خواہشیں پوری کرنے والا ہے اور میری مطلب کو برلانے والا ہے۔ جو شخص مستحق عذاب نہیں وہ بہشت کے مضبوط محلوں میں عزت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ حور عین اور خادم حاضر رہیں گے۔

یہ منزلت اور مرتبہ اس شخص کا ہے جو گناہوں سے ڈرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور عذاب اس شخص کے لئے جو اپنے خالق کی نافرمانی کرتا ہے اور خواہشات نفسانی سے معصیت کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس حق وباطل میں اس بات سے فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی عادلانہ فیصلہ ہے اور بہترین قصہ اور نصیحت ہے جس کی صراحت خداوند حکیم وحمید نے اس کتاب میں فرمائی ہے جو روح القدس ہدایت یافتہ، راست باز پیغمبر ﷺ کے قلب میں نازل کیا۔ میں پروردگار علیم ورحیم وکریم سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ کو ہر دشمن لعین کے شر سے بچائے۔ پس اس کی بارگاہ میں عاجزی کرنے والوں کو چاہئے کہ عاجزی کریں اور دعاء کریں اور تم میں سے ہر شخص میرے لئے اور اپنے لئے استغفار کرے۔ میرا پروردگار میرے لئے کافی ہے۔ (مطالب السئول فی مناقب رسول ﷺ ۔۔۔ محمد بن طلحہ ص۱۶۷تا۱۷۳)

پیامِ انسانیت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ

بسم اللہ الرحمان الرحیم • ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفاً وطمعاً!

میرے بھائیو، دوستو اور عزیزو! آج میں نے آپ کے سامنے بسم اللہ سے تقریر شروع کی ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ بسم اللہ کیا ہوتی ہے اور کب پڑھی جاتی ہے۔ لیکن بہت کم لوگوں نے غور کیا کہ بسم اللہ کے اندر کیا پیغام ہے۔ جب کوئی اہم کام شروع کرنا ہوتا تھا تو حضور ﷺ پیغمبر اسلام، صحابہ کرامؓ، بزرگان دین اور علمائے کرام سب کا طریقہ یہی تھا کہ بسم اللہ سے کام شروع کرتے، اور یہاں ہندوستان میں بھی آپ دیکھیں مولانا آزاد ہوں یا اور کوئی دیش کے بڑے خدمت گذار اور اس کو آزاد کرانے والے وہ بھی بسم اللہ پڑھنے کے کتنے عادی تھے۔ یہاں تک کہ کھانا کھانے کے لئے بھی سنت ہے کہ پہلے بسم اللہ کی جائے اور اس کے بعد کھانا شروع کیا جائے اور کوئی بڑا یا چھوٹا کام کرنا ہو تو بسم اللہ کہہ کر شروع کیا جائے۔ مگر آپ یہ سوچئے کہ جب اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا جارہا ہے تو اللہ کے نام تو بہت ہیں۔ ''وللہ الاسماء الحسنیٰ '' قرآن شریف میں خود آتا ہے کہ اللہ کے بڑے اچھے نام ہیں وہ جبار بھی ہے، قہار بھی ہے، طاقت والا قوی بھی ہے، توانا بھی ہے، قادر بھی ہے، اور وہ بڑے جلال والا ہے۔ بڑے کمال والا ہے اور بڑے جمال والا ہے۔ سب کچھ ہے مگر کیوں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب ہم کام شروع کریں تو اللہ کے نام سے شروع کریں اور اس کی صفتوں میں سے یہ دو صفتیں ''الرحمن الرحیم '' بڑی رحمت والا اور بڑا رحمان ہے۔ یہی مزاج بناتا ہے، یہی مسلمان ہی کا نہیں انسان کا مزاج بناتا ہے کہ خدا کی صفتوں میں سے ان دو صفتوں کو خاص طور پر یاد رکھے کہ ہم یہ کام شروع کررہے ہیں۔ اس خدا کے نام سے جو بڑی رحمت والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔ یہاں کیا کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ہم یہ کام شروع کررہے ہیں۔ اللہ کے نام سے جو بڑا قوی ہے، بڑا توانا ہے، بڑا قادر ہے، بڑی سلطنت والا ہے، بڑی قدرت والا ہے۔ لیکن یہ ''الرحمن الرحیم '' کی صفت اس میں اس لئے داخل کی گئی ہے تاکہ ہماری زندگی اس کے سانچے میں ڈھلے اور ہم یہ سمجھیں کہ خدا جس نے ہم کو پیدا کیا اور جو ہمیں زندہ رکھے ہوئے ہے اور جو ایک ساتھ زندگی گزارنے کا موقع دے رہا ہے ایک ملک میں ہمیں بسایا ہے اور ایک جگہ ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہی کھلاتا ہے، وہی پلاتا ہے۔ وہ خدا جس کی یہ شان ہے وہ تو ہے ہی لیکن ''الرحمن الرحیم '' بڑی رحمت والا اور بڑا مہربان اور بڑا شفیق ہے تو وہ اس سے ہماری زندگی کا رخ متعین کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا رخ رحمٰن کی طرف ہو ہم نہ سمجھیں کہ ہم جس خدا کے بنائے ہوئے ہیں جس خدا کے بندے ہیں، جو خدا ہمیں کھلا رہا ہے، پلا رہا ہے ہماری حفاظت کررہا ہے اور پھر اس نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ بسایا ہے وہ ''الرحمن الرحیم '' ہے بڑی رحمت والا، بہت بڑا مہربان ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی پیروی کرو اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جو بندے اختیار کرسکتے ہیں جو **Character** بنا سکتے ہیں اس **Character** میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان صفتوں کو جگہ دی

گئی اور اسی طرح سورۂ فاتحہ، الحمدللہ رب العالمین میں کیا کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جب کوئی چیز بہت زیادہ کان میں پڑتی ہے، ہر وقت سنائی دیتی ہے۔ اذان ہی ہے۔ کیا اذان کوئی نہیں سنتا۔ لیکن اذان پر، اذان کے الفاظ پر، اذان کے معنی پر غور کرنے والے کتنے ہیں، کسی چیز کا علم ہونا، آسان ہو جانا، قابو میں آ جانا، ہر وقت سننا اور ہر وقت اسے دیکھنا، وہ ایک حجاب بن جاتا ہے، ایک پردہ بن جاتا ہے، آپ خیال کیجئے کہ الحمدللہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ رب العالمین ہے۔ سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ایک جہان کا نہیں، ایک ملک کا نہیں، ایک سوسائٹی یا ایک ذات کا نہیں، ایک کلاس، ایک طبقہ اور ایک درجہ کا نہیں ایک Standard کا نہیں، وہ تو رب العالمین ہے۔ سارے عالموں کا ساری دنیاؤں کا پالنے والا ہے۔ ہماری دنیا، ستاروں کی دنیا، آسمانوں کی دنیا اور پھر کہاں کہاں کی دنیا، کتنے براعظم، کتنے ملک، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ کے نیچے ہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ہم رحمت کو، ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہونے کو، ایک دوسرے کو دیکھ کر اس کو اپنا بھائی سمجھنے کو، اس کی ضرورت پوری کرنے کو، اس کی تکلیف دور کرنے کو اور اس کے غم ورنج میں شریک ہونے کو اپنا فرض سمجھیں اور یہ سمجھیں کہ یہ خدا کی شان اور خدا کی صفتیں ہیں۔ ہمیں ان کو اپنا Ideal بنانا چاہئے۔ اپنا پیشوا اور اپنا رہنما بنانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها ‘‘ زمین میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ اس کے بنانے کے بعد کسی کو اپنا گھر بگڑتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں آتا کہ کوئی اس کے بنائے ہوئے گھر کو بگاڑ دے۔ ایک معمولی سی چیز ہے اگر بچہ بھی ذرا سا لکھے اور کوئی اس کو مٹا دینا چاہے، پھاڑ دینا چاہے تو بچہ کو بھی غصہ آئے گا اور ایسے ہی کوئی اینٹ پر اینٹ دکھ دے، کوئی معمولی سا کام کرے چاہے وہ سفر میں ہو یا حضر میں اور اس میں کوئی دخل دے اور دست درازی کرے اور اس کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑے تو اس کو گوارہ نہیں۔ تو پھر وہ خدا جس نے یہ دنیا پیدا کی اور اس شان سے پیدا کی اور کتنی وسیع پیدا کی اور کتنی طویل اور عریض اور کتنی طویل العمر پیدا کی تو اس کے بگاڑ کو خدا کیسے پسند کر سکتا ہے۔ یہ دنیا اس کی بنائی ہوئی ہے وہی اس کو چلا رہا ہے۔ وہی اس کا مالک ہے، وہ اپنے گھر کو بگاڑنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ آپ دیکھئے کہ ہمارا اور آپ کا گھر ہی کیا، میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یہاں کے بڑے بڑے جو مرکزی حکمراں ہیں اور دارالسلطنت Capital ہے اور بڑے بڑے حکمرانوں کے محل ہیں۔ خدا کی اس دنیا کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے۔ اگر آپ ان میں ذرا سی اینٹ توڑنا چاہیں۔ اگر اس میں درخت لگا ہوا ہے اس درخت کو کاٹنا چاہیں تو کوئی اس کو گوارہ نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ غیور ہے جو سب سے زیادہ قادر ہے اور جو سب سے زیادہ عزت والا ہے، وہ اپنے گھر کے بگاڑ کو کیسے پسند کرے گا۔ لیکن آج کیا ہو رہا ہے۔ آج ہم اسی گھر کے رہنے والے اپنے ہاتھوں اس گھر کو ہم تباہ کر رہے ہیں اور یہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی گھر اکیلا محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کوئی گھر اگر شیشہ کا بنایا ہوا ہے، لوہے کا بنایا ہوا ہے، اور ہزار اس کے تحفظ کا سامان کیا جائے، اس کے علاوہ اور بھی جو اس کے تحفظ کے ذرائع ہو سکتے ہیں۔ وہ سب کئے جائیں کہ ہاتھ لگانے سے آدمی کا ہاتھ کٹ جائے اور اس میں اور زیادتی کرنے سے آدمی کی جان چلی جائے۔ تب بھی کوئی گھر اس طرح محفوظ نہیں رہ سکتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب لوگ اٹھتے تھے تو فوجیں نکلتی تھیں تو پھر ملک کے ملک الٹ پلٹ ہو جاتے تھے۔ اس میں نہ بادشاہ کا گھر بچتا تھا اور نہ کوئی کسی صدر جمہوریہ کا گھر بچتا تھا۔ نہ کسی بڑے دولتمند کا گھر بچتا تھا نہ کسی حکیم و دانا کا گھر بچتا تھا تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ یہ پورا ملک ہمارا گھر ہے۔ ہم سب اس

کے رہنے والے ہیں۔ ہم اپنا گھر محفوظ رکھ ہی نہیں سکتے۔ چاہے اس کے باہر شیشہ کی دیوار بنادیں یا لوہے کا بڑا حصار بنادیں۔ اس کو روکنے کے لئے جو طریقے ہوتے ہیں سب کریں۔ تب بھی جب موسم خراب ہوگا تو اس گھر پر بھی اثر پڑے گا۔ جب کوئی زلزلہ آئے گا تو اس گھر پر اثر پڑے گا۔ جب زور کی بارش ہوگی تو وہ گھر بھی متاثر ہوگا اور یہ اسی طرح کی زیادتیوں سے شروع ہوا۔ انسان کی ذات کی کوئی قیمت نہیں۔ مال کی کوئی قیمت نہیں۔ ایک معمولی بات جو انہوں نے لکھی کوئی امیر آدمی اگر کوئی دعوت کرتا اور وہ سوچتا کہ اگر میں چراغ جلالوں اور شمع جلالوں تو مجھ میں اور ایک معمولی آدمی میں کیا فرق ہے تو وہ روشنی کیسے پیدا کرتا۔ آج بھی یورپ میں اصل کھانا جو ہے، ہم نے انگلینڈ میں دیکھا ہے۔ لندن میں اور دوسری جگہوں پر رات کا کھانا اصل کھانا ہوتا ہے اور اسی میں وہ سب سیاسی باتیں ہوتی ہیں۔ مشورے ہوتے ہیں اور اسکیمیں تیار ہوتی ہیں اور جب امیر آدمی اپنے یہاں دعوت کرتا تھا تو بجائے چراغ جلانے کے شمع جلانے کے جیل خانے سے قیدیوں کو بلوا کر اور منگوا کر ان کے کپڑے میں آگ لگا دیتا تھا۔ ان کے کپڑے جلتے رہیں اور وہ خود جلتے رہیں اور ہم کھانا کھاتے رہیں۔ یہ فیشن تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کسی کی بڑائی کا، تو یہ کتنا بڑا ظلم تھا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ان کو جانوروں سے لڑواتے تھے اور جس وقت جانور ان کو گرادیتا اور آدمی کی جان نکلنے لگتی تو اس کی سسکی سننے کے لئے ان کی کراہ سننے کے لئے اس طرح ریلا ہوتا تھا کہ پولیس اور فوج بھی نہیں روک سکتی تھی۔ جب انسان کی فطرت اتنی بگڑ جاتی ہے، اتنی مسخ ہو جاتی ہے تو پھر وہ ملک سلامت نہیں رہتا۔ وہ پوری سوسائٹی، پوری نسل، سب کی سب تباہ کردی جاتی ہے۔

میرے بھائیو! یہ مذہب جو سب سے بڑی تعلیم دیتا ہے وہ خدا کی پہچان کے بعد اس کی یکتائی اس کے قادر مطلق ہونے کے بعد یہ کہ انسانوں کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ، آدم کی اولاد کے ساتھ مہربانی کرنا اور ان کو دیکھ کر خوش ہونا ان کی ترقی سے، ان کی صحت سے ان کی دولت سے خوش ہونا اور ان کی مدد کرنا، لیکن جب یہ بات چلی جائے تو پھر پوری کی پوری تہذیب (Civilization) پورا Culture اور پورا جتنا بھی وہ پہلے ترکہ میں ملا ہے...... وہ سارا کا سارا تباہ کردیا جاتا ہے اور مٹا دیا جاتا ہے۔ آپ تاریخ میں دیکھئے کہ دنیا میں جتنے ملک ہیں جتنی تہذیبیں ہیں (Civilization) ہیں اور جتنے بڑے بڑے Empires ہوئے ہیں وہ سب کے سب مٹ کر رہ گئے۔ ان کا نام رہ گیا۔

تو سب سے زیادہ جو ڈرنے کی بات ہے وہ ظلم و زیادتی ہے۔ غرور و تکبر ہے اور اپنے چھوٹے سے مقصد کے لئے بڑے بگاڑ کو پسند کرنا ہے۔ یہ بگاڑ ہمیشہ چل نہیں سکتا اور کوئی گھر ایسی حالت میں محفوظ نہیں رہ سکتا کہ دوسرے گھر محفوظ نہ ہوں۔ یہ سمجھ لیجئے! چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، خدا کا قانون یکساں ہے۔ ایک بادل چھایا ہوا ہو، اوپر سے ایک شامیانہ تنا ہوا ہو، وہ شامیانہ محبت کا ہو، وہ شامیانہ امن وامان کا ہو، وہ شامیانہ اعتماد کا ہو۔ ایک دوسرے پر Confidence کا ہو۔ یعنی یہاں تک یہ بات ہو کہ آدمی اپنے مال کے متعلق بھی یہ سوچے کہ کوئی ڈرنے کی بات نہیں، ایسی Society ہونی چاہئے۔ وہی ملک سب سے زیادہ خوش قسمت، سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ قابل مبارکباد ہے کہ جہاں کے لوگ چور کی چوری سے نہ ڈریں اور دھوکہ دینے سے نہ ڈریں۔ بے رحمی اور سنگدلی سے نہ ڈریں اور یہ سمجھیں کہ یہ سب بھائی ہیں۔ ایک کنبہ ہے، ایک فیملی ہے، یہاں کسی ڈر کی ضرورت نہیں اور خاص طور پر ہمارا ہندوستان تو اس کا بہت زیادہ مستحق تھا۔ یہ تو رشی اور منیوں کا ملک ہے۔ یہ صوفیہ کا ملک ہے۔ یہ تو خدا کے ان بندوں کا ملک

ہے جنہوں نے صالح محبت کا پرچار کیا۔ محبت کی تعلیم دی، محبت کر کے دکھایا۔ محبت کا سب کو سبق پڑھایا اور یہ سبق کھایا کہ ہر انسان کو دوسرے انسانوں کو دیکھ کر خوش ہونا چاہئے کہ یہ ہمارا بھائی ہے۔ اس ملک میں تو خاص طور پر یہ بات ہونی چاہئے۔ بلکہ دوسرے ملکوں کے لئے اس ملک کو مثال بننا، نمونہ بننا چاہئے تھا۔ مگر افسوس ہے جیسے شاعر نے کہا ہے ۔''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

باہر سے کوئی شعلہ نہیں آیا۔ باہر سے کوئی چنگاری تک نہیں آئی۔ ہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ یہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ یہ Communal Riots یہ دھوکہ اور یہ بے رحمی کی باتیں، سنگدلی کی باتیں اور یہ فرقہ وارانہ فساد یہ سب یہاں کے لوگوں کے کرتوت ہیں۔ ان کی کمزوریاں ہیں باہر سے کسی نے آ کر یہ سبق نہیں پڑھایا، نہیں سکھایا اور اگر کسی نے سکھایا تو اس کے سکھانے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہاں کے جوگیوں اور منیوں نے زندگی گذارنے کا طریقہ سکھایا اور انہوں نے اس میں ساری عمر فنا کر دی، محبت کا سبق دیا اور انسانیت کی حفاظت کرنا اور ان کے ناموس کی حفاظت کرنا اور عورتوں کی عصمت وعزت اور ان کی آبرو کی حفاظت کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ انصاف کرنا اور ان کا حق دینا اور اسی طریقہ سے کمزوروں پر رحم کرنا یہ سب چیزیں ہمارے بزرگوں نے سکھائی ہیں۔

آپ کتابوں میں دیکھئے تاریخ بھری پڑی ہے کہ انہوں نے کس طریقہ سے یہاں پر رحم کا اور محبت کا سبق دیا تھا اور جہاں تک آسمانی مذہب کا تعلق ہے خدائی تعلیم کا تعلق ہے۔ وہ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہی ہوتا ہے۔ تاکہ آپ سبق لیں کام کرنے والا سبق لے کہ ہم جو کام شروع کر رہے ہیں وہ اس خدا کے نام سے شروع کر رہے ہیں جو رحمان اور رحیم ہے۔ قہار کہا جا سکتا تھا، قوی کہا جا سکتا تھا، جبار کہا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے الرحمن الرحیم کو بسم اللہ میں کیوں داخل کیا۔ بسم اللہ کو اس کا جزء کیوں بنایا۔ تاکہ ہم اس سے سبق لیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت جو سب پر غالب ہے اور حاوی ہے اور جو سارے جہاں کی حفاظت کرنے والی ہے وہ رحمت کی صفت ہے۔ اس رحمت کی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔ دوسرے کی عزت وناموس کو اپنی عزت وناموس سمجھنا چاہئے۔ دوسرے کی ملکیت کو اس کے مال کو اپنے بھائی کا مال سمجھنا چاہئے۔ اس کی حفاظت کرنا چاہئے اور کم از کم ہندوستان کو تو اس بارے میں وہ Leading Part ادا کرنا چاہئے تھا کہ تمام ملکوں میں اس سے سبق لیا جاتا اور اس کو استاد مانا جاتا اور یہاں کے لوگوں کو بلایا جاتا۔ یورپ میں دعوت دی جاتی۔ امریکہ میں دعوت دی جاتی کہ کسی ہندوستانی کو بلاؤ اور وہ امن کا پیغام دے اور وہ محبت کرنا سکھائے۔ سب سے زیادہ محبت اور مساوات اس ملک میں پائی جاتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ یہاں بجائے اس کے اپنے عارضی اور حقیر چھوٹے چھوٹے سیاسی مقاصد اور مفاد حاصل کرنے کے لئے یا مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے یا عزت ووجاہت پیدا کرنے کے لئے اور کونسل اسمبلی وغیرہ میں منتخب ہونے کے لئے ایک دوسرے سے باہمی منافرت کا سبق دیا جاتا ہے کہ کس وقت ہمارا کام کس طرح نکل سکتا ہے۔ دشمنی ہو، ایک دوسرے سے عداوت ہو، پھر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے عزت حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عزت، عزت نہیں جس میں ملک کی بے عزتی ہو۔ وہ کسی آدمی کی عزت نہیں ہو سکتی چاہے وہ کتنا بڑا ہو۔ بس آپ کم سے کم یہ طے کر لیں کہ ہم یہ فضا پیدا کریں گے اور اس طرح کا ایک محبت کا شامیانہ ہمارے اوپر تنا ہوا ہوگا۔ آپ بھٹکل کے ہی سب ہندو مسلمان بھائی کم از کم

اس کو ایک نمونہ کی جگہ بنائیے۔ایک ایسی مثالی جگہ Model کہ جس کو دیکھنے کے لئے لوگ باہر سے آئیں اور وہ دیکھیں کہ محبت کا شامیانہ تنا ہوا ہے اور محبت کی فضا چھائی ہوئی ہے اور جہاں پہنچ کر انسانیت کی قدر ہوتی ہے اور یہ دولت، عزت اور وزارت حکومت ساری چیزیں بالکل عارضی اور محدود ہیں اور ان سے کسی ملک کی قسمت وابستہ ہو جائے یا اس کو Ideal مان لیا جائے تو ملک نہیں بچ سکتا۔ساری تاریخ بھری ہوئی ہے کہ جہاں پر یہ چیز ہو کہ صرف دولت کی پوجا ہو، اور اپنا مطلب نکالنا مقصود ہو چاہے کسی کا کتنا ہی کیوں نہ نقصان ہو پھر وہاں کی سوسائٹی نہیں رہ سکی۔وہ خود کشی کرتی ہے۔ایک دوسرے کو ختم کرتی ہے۔پھر اپنے کو ختم کرتی ہے۔ایک دوسرے کو ختم کرنا اپنے کو ختم کرنا۔

بس بھائیو! ہمارے اس ملک کو خاص طور پر اس میں Leading Part ادا کرنا چاہئے۔پیشوائی کا جو منصب ہے وہ ہمیں قبول کرنا چاہئے اور اس کی ذمہ داری سنبھالنی چاہئے کہ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنے۔مگر افسوس ہے کہ یہاں Communal Riots اور یہاں چھوٹے چھوٹے اور حقیر مقاصد کے لئے ایک دوسرے کی عزت وآبرو پر ہاتھ ڈالنا اور جان کی پرواہ نہ کرنا، جان لے لینا اور اس کو تباہ کر دینا یہ روزمرہ کا کھیل بن گیا ہے۔اس سے ہمارے ملک کی بڑی بدنامی ہوتی ہے۔ہم سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔اس وقت ہندوستانیوں کو سب سے زیادہ اس چیز کی ضرورت ہے۔اگر یہ چیز پیدا ہوگئی تو یہ ملک باقی رہے گا۔یہ پارٹیوں کے بدل جانے سے وزارتوں کے بدل جانے سے کسی کے مستعفی ہونے سے یا کسی کے الیکشن ہار جانے سے اور اس کو اپنی Majority ثابت نہ کر سکنے سے یہ ملک نہیں بچ سکتا۔یہ ملک بچے گا امن سے، محبت سے پریم سے ایک دوسرے پر اعتبار کرنے سے۔اب یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آدمی ایک پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ آدمی کا اعتبار نہ کرے۔پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ بڑی سے بڑی مالیت کی چیز بغیر کسی ڈر کے چھوڑ جاتے تھے۔

میں صاف کہتا ہوں کسی میں بھی وہ فضا نہیں ہے جو فضا نہیں چاہئے۔ایک دوسرے پر اعتبار کرنے کی اور ایک دوسرے کی عزت کرنے کی اور اس کی عزت وآبرو سمجھنے کی، مختصر بات یہ ہے کہ محبت کو عام کیجئے تاکہ آدمی یہ سمجھے کہ شریف اور پڑھا لکھا آدمی ہے، ہمارے ملک کا ہم وطن آدمی ہے۔اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔جب آدمی اپنے ہم وطنوں سے ڈرنے لگے تو پھر کیا؟ سانپ اور بچھو کا موقع کب آتا ہے۔وہ کب ظاہر ہوتے ہیں۔آدمی کا تو آدمی سے کام پڑتا ہے۔ایک محلّہ میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔بعض اوقات تو ایک ہوٹل میں معلوم نہیں کتنے مذہب کے لوگ ٹھہرے ہوئے ہوتے ہیں۔ایک اسکول میں کالج میں پڑھتے ہیں، یونیورسٹی میں، سب میں مختلف مذاہب کے لوگ ہوتے ہیں۔انہیں چاہئے کہ ایک دوسرے کی عزت کریں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور اس کی طرف سے مدافعت Defence کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔اگر ایسا ہم کریں گے تو ہمارا یہ ملک چمن بن جائے گا۔گلزار بن جائے گا اور پھر اس دنیا میں اس کا نام ہوگا اور لوگ اس کو دیکھنے آئیں گے کہ یہ کیسا باغ وبہار ملک ہے۔کیسی محبت و پریم ہے اور بھائی چارہ کا ملک ہے۔لیکن افسوس ہے کہ اس کے بجائے ہماری شہرت دوسرے ملکوں میں دوسری طرح ہو رہی ہے اور ہمارے ملک کی جو شناخت ہے جس پر ہمیں فخر تھا وہ جاتی رہی۔لیکن اب ہمیں چاہئے کہ ہم ایک نیا Model پیش کریں، ہماری زندگی کا اس سے پھر وہ اعتبار، وہ شناخت اور عزت ووقار جو تھا واپس آئے۔

حج کیسے اور کیوں

مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

عبادت حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ قرآن وحدیث میں عبادت حج کی بہت زیادہ فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ قرآن مجید میں عبادت حج کو صاحب حیثیت انسان کے لئے فرض اور ضروری قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ: ''اوران لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج فرض ہے جو اس راہ میں سفر کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔''

حج کی تعریف

حج کے معنی ارادہ اور قصد کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں حج اس عبادت کا نام ہے جو ایک خاص لباس میں مخصوص دنوں میں مکہ مکرمہ' منیٰ' عرفات اور مزدلفہ کے مقام پر مخصوص ارکان کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ حج چونکہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور اس عبادت کی عظمت اور اہمیت بھی تمام عبادات سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس عبادت میں جانے سے پہلے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے تمام ارکان اور مناسک کی ادائیگی کا طریقہ بہت اچھی طرح سیکھ لے۔ تاکہ یہ عبادت ضائع اور باطل نہ ہو۔ کیونکہ اس عبادت کے ضائع ہونے کی صورت میں اس کی قضا کہیں ایک سال بعد ہو سکے گی اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ان سطور کے ذریعے ہم اس عبادت کا آسان طریقہ بتائیں گے۔ تاکہ لوگ آسانی سے اس فریضہ کو ادا کرلیں۔ چونکہ اس مضمون میں صرف انہی مسائل کی نشاندہی کی جائے گی جو کہ بہت ضروری ہیں۔

حج کی نیت

حج کی ادائیگی میں سب سے اہم مسئلہ نیت کا ہے۔ کیونکہ عبادت کا مدار ہی نیت پر ہے۔ اس لئے حج کے ارادہ سے پہلے ہی یہ نیت کرے کہ یہ عمل صرف اور صرف خدا کی رضا کے لئے کررہا ہوں۔ اس میں یہ مقصد نہیں کہ لوگ مجھے حاجی کہیں یا میرے بھائی نے حج کیا ہے۔ اس لئے میں بھی کروں۔ بلکہ یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اور صحت سے نوازا ہے اور اس کے بدلے حج کی عبادت بطور شکرانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے حکم کی تعمیل اور اس کی خوشنودی کے لئے یہ حج کی عبادت کا ارادہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس عبادت کو آسان فرما اور مقبول فرما۔

حج کی پہلی سیڑھی احرام

غسل یا وضو کے بعد دو چادریں جو احرام کے لئے خریدی گئی ہیں۔ ایک چادر لنگی کی طرح ناف سے لے کر ٹخنوں کے اوپر تک باندھے اور ایک چادر جسم کے اوپری حصے پر اوڑھ لے۔ اس لباس کو پہن کر گویا کہ وہ بہ زبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میں تیرے حکم کا غلام ہوں۔ جب تک تیرا حکم تھا سلا ہوا لباس پہن۔ میں نے وہ لباس

اختیار کیا۔اب تیری طرف سے حکم آیا کہ سلا ہوا لباس ترک کر دے۔میں نے اس لباس کو چھوڑ کر تیری خوشنودی کے لئے تیرا پسندیدہ لباس زیب تن کر لیا۔اس عملی ثبوت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے اس وقت دو رکعت نماز نفل نیت احرام کا حکم دیا ہے۔اس لئے ٹوپی پہن کر دو رکعت نماز ادا کرے۔اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ سر پر کچھ اوڑھے بغیر نماز ادا کرنے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ابھی سے احرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں۔حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔بلکہ نماز تو سر پر ٹوپی وغیرہ پہن کر ادا کرے اور نماز کے بعد سر سے ٹوپی یا کپڑا اتار لے اور اب حج یا عمرے کی نیت کرے۔

حج کی اقسام: حج کی تین قسمیں ہیں۔اس لئے نیت کرتے وقت کسی کا تعین کرنا ضروری ہے۔

حج قران: حج قران جو کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک افضل ہے۔اس طریقہ میں ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں ادا کرنا ہوتا ہے۔چونکہ آج کل کے دور میں اتنی طویل مدت تک احرام کی شرائط کی پابندی مشکل ہے۔اس لئے عام طور پر لوگ اس طریقہ حج کی نیت نہیں کرتے۔اگر کوئی شخص ان شرائط کی پابندی کر سکتا اور حج کے ایام تک احرام کی حالت میں رہ سکتا ہو تو اس طریقہ حج کی نیت کرے۔

حج تمتع: دوسرا طریقہ حج تمتع ہے۔اس میں بھی عمرہ اور حج دونوں کے لئے احرام باندھا جاتا ہے۔لیکن اس میں عمرہ کے بعد حلق (سر منڈانا) کر کے احرام اتار لیا جاتا ہے۔حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک یہ طریقہ پسندیدہ ہے۔عام طور پر حجاج کرام اسی طریقہ سے نیت کرتے ہیں۔

حج افراد: تیسرا طریقہ حج افراد کا ہے۔اس میں صرف حج کیا جاتا ہے اور حج سے قبل عمرہ نہیں ہوتا۔اس میں احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کر کے لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور پھر اسی احرام سے حج کے ارکان شروع کئے جاتے ہیں۔یہ طریقہ اکثر وہ حضرات اپناتے ہیں۔جو کہ حج کے عین وقت پر پہنچیں یا مکہ اور اطراف کے رہنے والے ہوں۔

نیت کا مکمل طریقہ اس طرح ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگنے کے بعد زبان سے یہ الفاظ ادا کرے اور دل سے اس کا تصور کرے کہ اے اللہ! میں عمرہ اور حج کی نیت کرتا ہوں۔اے اللہ! اسے آسان فرما اور قبول فرما۔اس کے بعد تین مرتبہ ان الفاظ کی تلبیہ پڑھے: لبيك اللهم لبيك ۰ لبيك لاشريك لك لبيك ۰ ان الحمد والنعمة لك والملك لاشريك لك ! یہ نیت کرتے ہی حاجی محرم بن گیا۔اب اس پر وہ تمام احکام مرتب ہوں گے جو کہ احرام باندھنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں۔اس لئے اب حاجی کو احتیاط کرنا پڑے گی۔اب وہ نہ خوشبو استعمال کر سکتا ہے اور نہ ہی سلا ہوا لباس پہن سکتا ہے اور نہ ہی جانور وغیرہ ذبح کر سکتا ہے اور نہ ہی بال اور ناخن وغیرہ کاٹ سکتا ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ اپنا سامان محفوظ جگہ پر رکھ لیں۔قضائے حاجت اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر اگر نماز کا وقت ہو تو نماز کی ادائیگی کے لئے حرم شریف چلے جائیں۔بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔اگر نماز کا وقت نہیں ہے تو کچھ دیر سفر کی تھکان اتار کر عمرے کے ارادے سے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوں۔اس بات کا خیال رکھیں کہ جب تک آپ عمرہ شروع نہیں کرتے تلبیہ آپ کی زبان پر کثرت سے جاری رہے۔احادیث میں آتا ہے کہ پہلی مرتبہ بیت اللہ پر نگاہ پڑتے ہی جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔اس لئے بیت اللہ پر نگاہ پڑتے ہی دعائیں مانگیں۔کوشش کریں کہ دعا میں تضرع اور آہ وزاری کی کیفیت پیدا ہو جائے

اور آنکھوں سے کچھ آنسو بھی جاری ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے۔اس وقت اپنے گناہوں کی معافی اور آئندہ زندگی کے لئے نیک اعمال کی توفیق اور بیت اللہ پہنچنے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اپنے والدینؒ اولاد اور رشتہ دار' دوست احباب اور اساتذہ کرام کے لئے خوب دعائیں مانگیں۔دعا سے فارغ ہو کر نہایت اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کی طرف چلیں اور حجر اسود کے سامنے پہنچ جائیں۔

حجر اسود: حجر اسود بیت اللہ کے ایک کونے میں پیوست ایک پتھر کا نام ہے۔حضور نبی اکرمﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ جنت کا پتھر ہے اور لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے۔اس پتھر کی نشانی یہ ہے کہ بیت اللہ کے دروازے سے متصل ہے اور اس کے پاس ایک سپاہی کھڑا ہوتا ہے جو لوگوں کو ترتیب کے ساتھ اس کے بوسے لینے کی اجازت دیتا ہے۔اس حجر اسود سے طواف کی ابتداء ہوتی ہے۔بعض لوگ حجر اسود کی غلط فہمی میں رکن یمانی سے طواف شروع کر دیتے ہیں اور ان کا بوسہ وغیرہ لیتے ہیں۔اس طرح طواف خراب ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔طواف کے لئے ضروری ہے کہ حجر اسود کے بالکل مقابل سے شروع کیا جائے۔آپ حجر اسود کے مقابل کھڑے ہو کر طواف کی نیت کریں۔نیت سے پہلے احرام کی اوپری چادر کو اس طرح اوڑھیں کہ آپ کا سیدھا ہاتھ چادر سے باہر رہے۔طواف کی نیت یوں کریں کہ:''اے اللہ! میں تیرے گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔اے اللہ! میرے ان سات چکروں کو تو آسان فرما اور اس کو قبول فرمالے۔''

یہ نیت عمرے والے طواف میں بھی ہوگی اور اس عمرے سے فارغ ہونے کے بعد جب تک آپ بیت اللہ کے قریب مکہ مکرمہ میں رہیں زیادہ سے زیادہ طواف کریں۔اس صورت میں بھی یہی نیت ہوگی۔نیت طواف کرتے وقت آپ کا رخ بیت اللہ کی طرف ہوگا اور حجر اسود کی بالکل سیدھ میں ہوں گے۔نیت کرتے وقت اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی جانب کرلیں اور پھر بسم اللہ اللہ اکبر! کہہ کر اپنے پاؤں کو ایڑیوں کے بل اسی مقام پر موڑ لیں اور پھر مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے طواف شروع کر دیں۔آپ کا بایاں کندھا بیت اللہ کی جانب ہوگا اور دایاں کندھا مقام ابراہیم کی جانب ہوگا۔طواف کے سات چکروں کے دوران آپ کے سینہ اور کمر کا رخ کسی بھی صورت بیت اللہ کی طرف نہیں ہونا چاہئے۔پہلے تین چکروں میں آپ پنجوں کے بل ہلکی رفتار سے دوڑیں گے۔اس کو حج کی اصطلاح میں رمل کہتے ہیں۔لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھیں کہ دوسروں کو دھکا وغیرہ نہ دیں۔اسی طرح حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی لوگ دھکم پیل کرتے ہیں۔اگرچہ ان کا جذبہ تو بہت ہی اچھا ہوتا ہے۔لیکن ان کا یہ عمل ان کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔حضور نبی اکرمﷺ نے ہمیں اس بات کی تلقین کی ہے کہ ہم ان تمام ارکان میں لوگوں کو ایذاء نہ دیں اور نہ ہی کسی صورت میں نظم وضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑیں۔اس لئے آپ نے بوسہ نہ ہونے کی صورت میں استلام کرنے کا حکم دیا کہ ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کا بوسہ لے لو تو اسی بوسے کا ثواب ملے گا۔

طواف کی ابتداء

طواف کی ابتداء حجر اسود سے ہوتی ہے اور ایک چکر حجر اسود پر آکر مکمل ہوتا ہے۔اس چکر کے دوران جو دعائیں یاد ہوں وہ پڑھیں۔اگر دعائیں یاد نہ ہوں تو اردو میں ہی دعائیں مانگیں۔صرف رکن یمانی اور حجر اسود کے

درمیان والی جگہ کے لئے مسنون دعا حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ جو درج ذیل ہے: ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار وادخلنا الجنة مع الابرار یا عزیز یا غفار! اگر موقع ملے تو رکن یمانی پر (جو کہ حجر اسود سے پہلے والا کونہ ہے اور اس کونہ سے غلاف کعبہ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا ہے) ہاتھ پھیر لے۔ تین چکر رمل کی صورت میں مکمل ہوں گے اور بقیہ چار چکر اپنے معمول کی رفتار کے ساتھ مکمل کئے جائیں۔ اس طرح عمرہ کا ایک اہم رکن طواف ادا ہو گیا۔

مقام ابراہیم

مقام ابراہیم خانہ کعبہ کے دروازے والے حصہ کے سامنے والے حصہ کو کہتے ہیں۔ آج کل اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک والے پتھر کو ایک شیشے میں بند کر کے نصب کیا گیا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی اور یہ پتھر بیت اللہ کی تعمیر کی اونچائی کے ساتھ خدا کے حکم سے اونچا ہو جاتا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشانات نقش ہیں۔ اس کے سامنے دو رکعت نماز ادا کرنا ہر حاجی کے لئے لازم ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر حاجی کو اس مقام پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ نماز سے قبل احرام کے اوپر والی چادر کو صحیح طریقہ سے اپنے جسم پر اوڑھ لیجئے۔

مقام ابراہیم سے فارغ ہو کر آپ زم زم پئیں۔ زم زم کا پانی پینے کے بعد اب ''سعی'' عمرہ کا اہم رکن ادا کرنا ہے۔ حاجی اگر ضعیف اور کمزور ہے تو کچھ دیر آرام کرے۔ کیونکہ عمرہ میں سب سے مشکل مرحلہ سعی کا ہے۔ سعی کے لئے صفا کی طرف جاتے ہوئے پہلے حجر اسود کی سیدھ میں کھڑے ہو کر حجر اسود کو استلام کر کے سعی کی نیت کرے۔ اس میں ضروری نہیں کہ حجر اسود کے قریب ہوں۔ بلکہ حرم کی عمارت جہاں سے شروع ہو رہی ہے اس کی سیڑھیوں سے کھڑے ہو کر حجر اسود کی طرف رخ کر کے استلام کر لیں اور پھر صفا کی پہاڑی کی طرف جائیں۔ صفا پر پہنچ کر کچھ اوپر چڑھیں اور اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کر لیں۔ ایسی جگہ پر کھڑے ہوں جہاں سے بیت اللہ نظر آئے اور بیت اللہ کو دیکھ کر صفا پہاڑی کی دعا دیکھ کر کتاب سے پڑھیں۔ دعا سے فارغ ہو کر آپ پہاڑ سے اترتے ہوئے اس طرف چلیں جس طرف مروہ ہے۔ تھوڑی دور جا کر آپ کو سبز رنگ کے ستون نظر آئیں گے اور ہری رنگ کی ٹیوب لائٹ بھی جلی ہوئی نظر آئے گی۔ یہاں سے آپ کو اپنی رفتار تیز کر دینا ہو گی۔ گویا کہ آپ دونوں سبز ستونوں کے درمیان کا حصہ دوڑ کر پورا کریں گے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت حاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بے قراری میں اس جگہ دوڑ لگائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس عمل کو قیامت تک کے لئے یادگار بنا دیا اور ہر حاجی کے لئے اس کو لازم قرار دے دیا۔ چکروں کے درمیان جو دعائیں آپ کو یاد ہوں ان کا ورد جاری رکھیں۔ اردو میں بھی اپنے والدین اور احباب کے لئے دعائیں مانگی جا سکتی ہیں۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر مکمل ہو گا۔ مروہ پر پہنچ کر پھر وہ مسنون دعا پڑھیں گے اور ساتھ ہی دعائیں مانگیں گے۔ پھر وہاں سے دوسرا چکر صفا کی طرف شروع ہو گا۔ صفا پر پہنچ کر حسب سابق بیت اللہ کی طرف رخ کریں گے۔ مروہ سے پھر صفا کی طرف چوتھا اور صفا سے مروہ کی طرف پانچواں چکر اور مروہ سے صفا کی طرف چھٹا چکر اور صفا سے مروہ کی طرف ساتواں اور

آخری چکر ہوگا۔ عمرہ کا یہ آخری رکن تھا۔ اس کی ادائیگی کے بعد حاجی عمرے کے ارکان سے فارغ ہوگیا۔

حلق کرنا: سعی سے فارغ ہوکر سب سے پہلے اپنے سر کے بال منڈوائے۔ حالت احرام سے فارغ ہونے کے لئے حاجی خود اپنے بال کاٹ سکتا ہے۔ عورتیں بال کی چٹیا کے کونے کو انگلی پر لپیٹ کر اتنا کاٹ لیں گی۔ اب اگر حاجی نے قران کا احرام نہیں باندھا ہے تو وہ احرام اتار لے گا۔ قران والے حاجی حلق اور قصر بھی نہیں کریں گے اور اپنا لباس بھی نہیں پہنیں گے۔ بلکہ احرام ہی میں رہیں گے۔

مناسک حج

اب آپ آٹھ ذی الحجہ تک فارغ ہیں۔ کیونکہ حج کے ارکان کی ادائیگی آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوگی۔ جب آپ کو احرام باندھ کر منیٰ کی طرف کوچ کرنا ہوگا۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران سب سے اہم عبادت فرائض نماز کے بعد طواف ہے۔ اپنے لئے' والدین کے لئے' اساتذہ اور دوست احباب کی طرف سے طواف کریں۔ ایک بات کا خیال رکھیں کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز واجب ہوتی ہے۔ اس کی ادائیگی عصر کے بعد اور فجر کے بعد حنفیہ کے ہاں مکروہ ہے۔ اس لئے اشراق کے وقت یا مغرب کے بعد ان رکعتوں کی ادائیگی ہوگی اور پانچ دس طوافوں کی ایک مرتبہ رکعتیں پڑھ سکتے ہیں۔ بس سات چکر مکمل ہونے پر دوسرے طواف کی نیت کر لی جائے۔ طواف کے بعد دوسرے نمبر پر عبادت بیت اللہ کو دیکھنا ہے۔ بس جتنی دیر حرم میں بیٹھنا ہو خالق دوجہاں کی تجلیات کے مرکز بیت اللہ پر نگاہ رکھے۔

رکن یمانی: حجر اسود سے پہلے والا کونہ یہ بھی متبرک مقامات میں سے ہے۔ اس پر ہاتھ پھیرنا باعث برکت وثواب ہے۔

ملتزم: اللہ تعالیٰ کے دربار کا دروازہ ہے بہت ہی بابرکت اور قبولیت دعا کی جگہ ہے۔ جب وقت ملے ملتزم سے چمٹ جائیں اور خوب رو رو کر دعائیں مانگیں۔ یہاں سے کوئی بھی صدق دل سے توبہ کرنے والا محروم نہیں جاتا۔

حطیم: بیت اللہ کا حصہ جو کہ تعمیر سے رہ گیا۔ قریش نے جب تعمیر کی تو حلال رقم نہ ہونے کی بناء پر یہ حصہ پورا نہ کیا جاسکا اور کعبۃ اللہ سے باہر رہ گیا۔ سنگ مرمر کی دیوار کھینچی ہوئی ہے۔ طواف اس دیوار سے باہر کیا جاتا ہے۔ اس جگہ نماز پڑھنا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے جب بھی موقع ملے زیادہ وقت اس مقام پر گزاریں۔ کیونکہ یہ تجلیات ربانی کا مرکز ہے۔

ایام حج: سات ذوالحجہ کو حرم کے امام صاحب بعد نماز ظہر خطبہ دیتے ہیں۔ یعنی تقریر کرتے ہیں اور حج کے پانچوں دنوں کے احکام بیان کرتے ہیں۔ یہ خطبہ دینا اور اس کا سننا سنت ہے۔ ضرور سنئے۔

حج کا پہلا دن ۸ ذی الحجہ

آج سورج نکلنے کے بعد منیٰ جانا ہے۔ مفرد اور قارن تو پہلے ہی سے احرام باندھے ہوئے ہیں۔ لیکن متمتع احرام کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکے۔ وہ اور اہل حل وحرم آج پہلے حج کا احرام باندھیں۔ سنت کے مطابق غسل کریں۔ احرام کی چادریں باندھ کر سر ڈھانک کر مسجد حرام میں آئیں۔ مستحب یہ ہے کہ پہلے طواف تحیہ ادا کریں اور حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے یا جس جگہ بھی ممکن ہو دوگانہ احرام ادا کریں اور حج کی نیت کریں کہ:

”اے اللہ! میں نے حج کا ارادہ کیا ہے تو اس کو میرے لئے آسان اور قبول فرمالے۔“ اس کے بعد سر کھول کر قدرے بلند آواز سے تلبیہ کہیں۔ آہستہ آواز سے درود شریف پڑھیں اور یہ مسنون دعا مانگیں: ”اللهم انی اسئلك رضاك والجنة واعوذبك من غضبك والنار۔ “......”اے اللہ! میں تیری رضا کا سوال کرتا ہوں اور جنت کا۔ تیری پناہ چاہتا ہوں تیرے غضب سے اور جہنم سے۔“ اب احرام کی پابندیاں آپ پر عائد ہو گئیں اور احرام پوش آفاقی وغیر آفاقی آگے پیچھے دوپہر تک منیٰ پہنچ جاتے ہیں اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں کی فجر پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھتے ہیں۔ منیٰ میں رات گزارتے ہیں۔ یہی حضور سرور کائنات ﷺ کی سنت ہے۔

حج کا دوسرا دن ۹ ذی الحجہ

۹ ذی الحجہ کو آفتاب نکل آنے اور دھوپ پھیل جانے کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہو جایئے۔ اگر سویرے پہنچ جائیں تو کچھ دیر آرام کر لیں۔ وضو کریں۔ زوال سے پہلے توبہ استغفار تسبیح وتہلیل میں مصروف رہیں۔ زوال ہوتے ہی مسجد نمرہ کے ساتھ ظہر کے وقت میں ظہر وعصر کی نماز ملا کر پڑھیئے۔ اس جمع بین الصلوٰتین کے جواز کی مذکورہ پانچ شرطیں ہیں۔ ا...میدان عرفات۔ ۲...نویں ذی الحجہ۔ ۳...دونوں نمازوں میں احرام بندھا ہوا ہو۔ ۴...امام المسلمین یا اس کا نائب امیر الحج جماعت کرائے۔ ۵...ظہر پہلے اور اس کے بعد ظہر کے وقت میں بلافصل عصر پڑھی جائے امام مسافر ہو تو قصر کرے یعنی ظہر اور عصر دو دو رکعتیں پڑھے۔ مقیم ہو تو پوری یعنی چار رکعتیں پڑھے۔ چونکہ آج کل ہجوم زیادہ ہوتا ہے اور حجاج کرام کے گم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے اپنے اپنے خیموں میں ظہر اور عصر اپنے اپنے وقت میں ادا کر لی جائے۔ اگر امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرے تو حنفی حضرات ایسے امام کے پیچھے نماز ادا نہ کریں۔ اپنے خیموں میں ادا کریں۔

وقوف عرفات

حجاج خداوند ذوالجلال والاکرام کے حضور میں انتہائی عاجزی وزاری اور خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دونوں ہاتھ دعا کی طرح آسمان کی طرف اٹھائیں۔ نظریں جھکائے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ با آواز بلند لبیك اللهم لبیك! کہہ کر دربار خداوندی میں حاضری دیتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ ہم اللہ جل جلالہ کے حضور میں کھڑے ہیں اور وہ ہمیں بنظر کرم دیکھ رہے ہیں۔ تسبیح وتحمید وتکبیر کا نذرانہ عقیدت اور حبیب رب العالمین ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ یہ وقت اور مقام دعاؤں اور مناجاتوں اور توبہ واستغفار کی قبولیت کا ایسا قیمتی وقت ہے کہ ایسا وقت سال میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اور وہ بھی ہر جگہ نہیں بلکہ اسی میدان عرفات کے مقدس خطہ میں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس قیمتی وقت کو دل سے نکلی ہوئی دعاؤں اور التجاؤں میں صرف کیجئے اور جو کچھ مانگنا ہے مانگ لیجئے۔ پتہ نہیں دوبارہ اس بارگاہ رحمت میں حاضری کی توفیق نصیب ہو یا نہ ہو۔ ان دعاؤں کو پڑھئے نہیں بلکہ مانگئے یعنی ہر دعا کے متعلق علم ہو کہ میں نے کیا مانگا ہے یا کیا مانگ رہا ہوں۔ دعا کی قبولیت کا خاص الخاص وقت عصر اور مغرب کے درمیان کا ہوتا ہے۔ غرض غروب آفتاب تک یہی مانگنے اور لینے دینے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مزدلفہ: وقوف عرفات سے فارغ ہو کر غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہو جایئے۔ راستہ میں تسبیح وتہلیل اور ذکر اللہ اور با آواز بلند تلبیہ کہنے میں مصروف رہئے۔ مزدلفہ پہنچتے پہنچتے عشاء کا وقت ہو ہی جائے گا۔ مزدلفہ

پہنچ کر مشعر حرام کے آس پاس ٹھہرنے کی کوشش کیجئے کہ سرور کائنات ﷺ نے مشعر حرام کے پاس قیام فرمایا تھا۔ ورنہ حدود مزدلفہ میں جہاں بھی جگہ مل جائے راستہ سے ہٹ کر ٹھہریئے۔ ٹھہرنے کے فوراً بعد پہلا کام یہ کیجئے کہ عشاء کے وقت میں اول مغرب کی نماز ادا کیجئے اس لئے کہ آج کے دن مغرب کا یہی وقت ہے۔ مغرب کے فرض پڑھ کر عشاء کے فرض پڑھیئے۔ اس کے بعد مغرب کی سنتیں پھر عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھیئے۔ اگر اتفاق سے مزدلفہ جلدی پہنچ جائیں تو عشاء کا وقت ہونے کا انتظار کیجئے۔ چاہے جماعت کے ساتھ چاہے تنہا۔ ان دو نمازوں کو جمع کرنے کی چار شرطیں ہیں: ۱...احرام بندھا ہو۔ ۲...وقوف عرفہ پہلے کرلیا ہو۔ ۳...دسویں ذی الحجہ کی شب ہو۔ ۴...عشاء کا وقت ہو چکا ہو۔ اس شب میں تمام رات جاگنا' ذکر اللہ' صلوٰۃ وسلام اور توبہ استغفار وغیرہ میں مصروف رہنا چاہئے۔ بعض علماء کے نزدیک مزدلفہ کی یہ رات شب قدر اور شب جمعہ سے بھی افضل ہے۔

پہلا واجب وقوف مزدلفہ

صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اول وقت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ باجماعت پڑھیئے۔ نماز پڑھتے ہی رب العالمین کے دربار میں شکریہ ادا کرنے' واپسی کی اجازت لینے اور رخصت ہونے کی غرض سے پھر پیش ہوجایئے۔ یعنی وقوف کیجئے۔ سورج نکلنے سے چند منٹ پہلے وقوف کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور حاجی شاداں وفرحاں منیٰ روانہ ہوجاتے ہیں۔ بیمار مرد اور عورتیں رات ہی کو منیٰ جاسکتے ہیں۔ شیطان کو مارنے (رمی کرنے کے لئے) مزدلفہ سے کنکریاں چن لینا ہوں گی۔

دوسرا واجب جمرہ عقبہ کی رمی

افضل یہ ہے کہ مزدلفہ سے سیدھے جمرۃ العقبہ (بڑے شیطان) پر آیئے۔ یہ جمرہ منیٰ کے آخری کنارے پر واقع ہے۔ اس کو جمرۃ الاخریٰ بھی کہتے ہیں۔ ہر کنکری پر بسم اللہ اللہ اکبر رضا للرحمن رغما للشیطان ! کہہ کر سات کنکریاں ماریں اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے ہی تلبیہ ختم کردیجئے۔ اللہ کے نام' اللہ کے نام سے (شیطان کو مارتا ہوں) اللہ ہی بڑا ہے (رحمن کو خوش کرنے اور شیطان کو ذلیل کرنے کی غرض سے) جمرہ عقبہ کی رمی کا وقت طلوع فجر کے بعد سے زوال تک مستحب ہے۔ اس کے بعد مباح ہے۔ کثرت اژدحام کی وجہ سے دسویں کی رات بلا کراہت جائز ہے۔ اگر دسویں کی رات گزر گئی اور گیارہویں کی صبح ہوگئی تو اس کی رمی کی قضا بھی کرے گا اور تاخیر کا دم بھی لازم ہوگا۔ بوڑھے یا بیمار مرد' عورتیں اور بچے اگر صبح ہونے سے پہلے نویں کی رات میں ہی رمی کرلیں تو ان کے لئے اجازت ہے۔ مرد' عورت' بوڑھے' بیمار' کمزور۔ غرض ہر شخص پر اپنے ہی ہاتھ سے رمی کرنا لازم ہے۔ کسی دوسرے کو اپنا نائب بنانا یا دوسرے شخص کا از خود کسی کی طرف سے رمی کردینا جائز نہیں۔ سوائے اس بیمار شخص کے جس کو اگر کمر پر لاد کر جمرہ کے پاس لے جائیں تب بھی اپنے ہاتھ سے کنکریاں نہ مار سکے۔ ایسے معذور کے لئے دوسرے شخص کو اپنی رمی کا نائب بنانا جائز ہے۔

تیسرا واجب قربانی

افضل یہ ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد ہی قربانی کریں کہ سرور کائنات ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔ لیکن اس

زمانے میں یہ قربانی کرنا اتنا کٹھن کام ہے کہ جو لوگ کبھی منیٰ میں جاکر جانور ذبح کر چکے ہیں وہی اس دشواری کو جانتے ہیں۔ بہرحال اگر آپ مفرد ہیں اور صرف حج کا احرام باندھا ہے تو آپ کے لئے یہ قربانی کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ آپ قربانی کئے بغیر حلق کرا کے احرام سے باہر آسکتے ہیں۔ پھر ایام نحر میں جس وقت اور جس دن آسانی سے قربانی کرسکیں کر دیجئے۔ نہ کرسکیں نہ کیجئے۔ آپ پر واجب نہیں۔ لیکن اگر آپ قارن یا متمتع ہیں تو آپ پر قربانی واجب ہے۔ قربانی کئے بغیر آپ حلق نہیں کرا سکتے اور احرام سے باہر نہیں آسکتے۔ اسی لئے اللہ پاک نے قربانی کے تین دن رکھے ہیں۔ تین دنوں میں بغیر کسی دشواری کے آپ قربانی کرسکیں کریں اور حلق کیجئے۔ احرام سے باہر آئیے اور نہا دھو کر طواف زیارت کر آئیے۔ اگر تیسرے دن بھی آپ قربانی نہ کرسکیں تو حلق کرا کے احرام سے باہر آئیے اور طواف زیارت کر لیجئے۔ اس صورت میں آپ کو دو دم دینے پڑیں گے۔ ایک قران یا تمتع کا اور ایک تاخیر واجب کا اور اگر طواف زیارت بھی بارہ تاریخ کے غروب آفتاب تک نہ کیا تو تیسرا دم تاخیر طواف زیارت کا بھی لازم ہوگا۔

چوتھا واجب حلق

قربانی کے بعد تمام سر کے بال منڈوایئے کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس کی آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ سارے سر کے بال کٹوانے سے بھی یہ واجب ادا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ناخن کاٹیں' خط بنوائیں اور غسل یا وضو کر کے احرام کی چادریں اتاریئے۔ باقاعدہ سلا ہوا لباس پہنئے' خوشبو لگایئے۔ اب احرام کی پابندیوں سے آزاد ہیں۔ بجز بیوی کے کہ وہ طواف زیارت کے بعد حلال ہوگی۔ عورتوں کے لئے سر کے بال منڈوانا حرام ہے۔ وہ سر کے بالوں کو اکٹھا کر کے ایک پور کے بقدر بال کٹوا دیں۔ عورتیں اپنے مرد محرم سے بال کٹوا دیں یا خود اپنے بال کاٹ لیں۔ دسویں تاریخ کا سب سے اہم اور ضروری فرض طواف زیارت ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی اور قربانی کرتے ہی احرام کھول کر نہا کر عید کا لباس پہن کر خوشبو لگا کر مکہ مکرمہ جائیں اور بیت اللہ کی زیارت یعنی طواف زیارت کریں کہ یہی آج کی عید اور سب سے شاندار عید ہے اور وہاں سے واپس آکر ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کریں کہ سرور کائنات ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ حج کے اس دوسرے فرض کے ادا کرنے سے بارھویں کی شام تک جس وقت بھی ہو یہ طواف زیارت کر لینا چاہئے۔ چاہے احرام کھولا یا نہیں۔ حلق کرایا ہو یا نہیں۔ ہر صورت میں یہ فرض ادا ہو جائے گا۔ باقی یہ ترتیب کہ اول رمی جمرہ عقبہ اس کے بعد قربانی پھر حلق پھر احرام کھولنا اور طواف زیارت کرنا یہ ترتیب سنت ہے۔ مگر علاوہ طواف زیارت کے باقی مناسک میں یہ ترتیب واجب ہے۔

ایام رمی: ۱۰،۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ مناسک کی اصطلاح میں ایام رمی کہلاتے ہیں۔ اس لئے ان دنوں میں رمی ہی وہ عبادت ہے جس کے لئے منیٰ میں قیام کرنا سنت موکدہ اور بعض علمائے کرام کے نزدیک واجب ہے اور منیٰ سے باہر مکہ میں یا کسی اور جگہ رات گزارنا ممنوع ہے۔

تین جمرے اور ان کی رمی

منیٰ کی بڑی مسجد جس کا نام مسجد خیف ہے زوال کے بعد ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد خیف میں یا اپنی قیام گاہ پر پڑھ کر شارع جمرات پر چلیں تو راستہ میں پہلا جمرہ جو آئے گا اس کو جمرہ اولیٰ کہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح

کھڑے ہو کر جس طرح جمرہ عقبہ کی رمی کی تھی اس جمرہ پر سات کنکریاں پوری احتیاط کے ساتھ ماریئے۔ ہر کنکری کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہئے۔ رمی کے بعد دائیں جانب ہٹ آیئے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر توبہ استغفار اور تسبیح وتحمید کے بعد مناسک حج کے صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دینے اور قبول فرمالینے کی دعا کیجئے اور جو جی چاہے دعا کیجئے کہ مقام قبول دعا ہے۔ اتنی دیر ٹھہریئے جتنی دیر قرآن کریم کی بیس آیات پڑھی جاسکیں۔ اس کے بعد آگے چلئے۔ جمرہ وسطی پر آیئے اور اسی طرح سات کنکریاں ماریں جس طرح جمرہ اولی پر ماری تھیں اور اسی طرح ہٹ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر تسبیح وتہلیل کے بعد دعا مانگئے۔ جس طرح جمرہ اولی پر مانگی تھی اور اتنی ہی دیر ٹھہریئے جتنی دیر جمرہ اولی پر ٹھہرے تھے۔ اس کے بعد آگے چلئے اور جمرہ عقبہ پر آیئے جس کو اس ترتیب کی بنا پر جمرہ اخریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سات کنکریاں ماریئے جس طرح اس سے پہلے ماری ہیں۔ مگر اس جمرہ پر ٹھہرنے اور دعا مانگنے کا ثبوت نہیں ہے۔ واضح ہو کہ ان جمروں کی رمی کے وقت اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ دو چار موتیں ضرور ہو جاتی ہیں۔ اس لئے سعودی حکومت نے شارع جمرات کو کافی کشادہ کر دینے کے علاوہ جمرات کے حصہ میں سڑک کو اوپر نیچے ڈبل کر دیا ہے۔ اب جمرہ پر اوپر سے بھی رمی ہو سکتی ہے اور نیچے سے بھی۔ اسی طرح ۱۲ر تاریخ کو تینوں جمروں کی رمی بھی کیجئے۔ تیرھویں تاریخ کی رمی قرآن کی تصریح کے مطابق اختیاری ہے۔ ضرورت کی بنا پر ترک کی جاسکتی ہے۔

ایام رمی میں رمی کا وقت

گیارہ اور بارہ دو تاریخوں میں رمی کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ زوال کے بعد غروب آفتاب تک بلا کراہت جائز ہے اور مغرب کے بعد سے صبح صادق سے پہلے کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ لیکن آج کل اس بے پناہ ہجوم کے زمانہ میں رات کو رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ خصوصاً بوڑھوں، بیماروں اور عورتوں کو دن میں رمی نہیں کرنی چاہئے۔ رات میں کرنی چاہئے۔ تیرھویں تاریخ کی رمی اختیاری ہے۔ معقول ضرورت یا عذر کی وجہ سے ترک کرنے میں گناہ نہیں۔ لہذا اگر تیرھویں تاریخ کی رمی نہ کرنے کا ارادہ ہو تو افضل یہ ہے کہ عصر کے بعد غروب سے پہلے رمی کرتے ہی منیٰ سے نکل جائیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جمرہ عقبہ منیٰ کے آخری کنارے پر حدود منیٰ سے باہر ہے۔ بظاہر تو اس میں کوئی دشواری نہیں۔ لیکن ٹریفک کی دشواری کی بناء پر اگر غروب بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بہر حال غروب کے بعد بھی بہ کراہت تنزیہی واپس جاسکتے ہیں۔ لیکن اگر صبح صادق ہوگئی تو تیرھویں کی رمی بھی واجب ہوگئی۔ اگر بغیر رمی کے جائیں تو دم لازم ہوگا۔ اتنی سہولت ہے کہ تیرھویں کی رمی زوال سے پہلے کر کے بھی جاسکتے ہیں۔ مگر افضل یہی ہے کہ زوال کے بعد رمی کر کے جائے۔

حج کا آخری واجب طواف وداع ہے۔ طواف وداع واجب ہے۔ یہ واجب ادا تو ہر اس طواف نفل سے بھی ہو جاتا ہے جو طواف زیارت کے بعد کیا جائے۔ لیکن ایک شریف مہمان کا جیسے اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنے معزز اور کریم میزبان سے الوداعی ملاقات اور مصافحہ کر کے جائے۔ لہذا ہر حاجی پر یہ فرض ہے کہ وہ بیت اللہ کی آخری زیارت اور حجر اسود کا استلام کر کے فراقیہ اور حزنیہ کلمات کہتا ہوا زار زار روتا ہوا اور آئندہ ملاقات کا شوق ظاہر کرتا ہوا الٹے پاؤں بیت اللہ کی طرف دیکھتا ہوا رخصت ہو اور مسجد حرام سے نکلے اور وطن کی طرف روانہ ہو۔

ایک ہفتہ ...... حضرت شیخ الہند ؒ کے دیس میں

قسط نمبر:8 مولانا اللہ وسایا

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے مختصر حالات

آپ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تیسرے صاحبزادے ہیں جو ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی عمر والد گرامی شاہ ولی اللہ کے وصال کے وقت ۹ سال تھی۔ والد گرامی سے چند سال جو پڑھا سو پڑھا۔ البتہ آپ کی بقیہ تمام تعلیم برادران گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ سے ۱۱۸۷ھ میں مکمل ہوئی۔ مولانا محمد عاشق پھلتی سے بھی آپ نے تعلیم حاصل کی۔ شاہ عبدالعدلؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ علم، عمل، زہد و تقویٰ اور سلوک کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔ فراغت کے بعد دہلی جامع مسجد اکبرآبادی میں درس و تدریس کا شغل اختیار فرمایا۔ ہزاروں خلق خدا نے آپ سے اپنے قلوب کو منور کیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کی زندگی کا عظیم کارنامہ قرآن مجید کا ترجمہ ہے جس کا نام ''موضح القرآن'' ہے۔ ۱۱۸۷ھ فراغت کے اگلے سال یعنی ۱۱۸۸ھ سے ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۱ء میں کل سترہ برس میں یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ خود فرماتے ہیں: ''اس بندہ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی ترجمہ فارسی کر گئے ہیں، سہل اور آسان۔ اب ہندی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کرے۔ الحمدللہ! کہ سن بارہ سو پانچ میں مکمل ہوا۔'' یہاں اردو کو ہندی زبان آپ نے قرار دیا کہ ۱۲۰۵ھ تک ہند میں اردو زبان ہی ہند کی زبان تھی۔ آپ کا یہ ترجمہ، بلا مبالغہ اس پر ہزاروں تصانیف قربان ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ سے زیادہ آسان اور سہل ہے۔ یہ کثرت سے رائج اور مقبول ہے۔ اس میں عربی جملوں کی ترکیب و ساخت نقل نہیں کی گئی۔ صحت مفہوم کے ساتھ اردو محاورے کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ اب یاد نہیں کہ کن کا یہ ملفوظ ہے۔ البتہ پڑھا ضرور ہے کہ: ''اگر قرآن مجید اردو میں نازل ہوتا تو ایسے ہوتا جیسے موضح القرآن ہے۔'' اس سے موضح القرآن کی بلندی پرواز کا بیان مقصود ہے۔ غالباً یہ سرسید نے کہا یا کس نے؟ فقیر کو یاد نہیں۔ شاہ عبدالقادرؒ کا وصال ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۵۔۱۸۱۴ء میں بعمر تریسٹھ سال ہوا۔ قبرستان مہندیاں اپنے دادا حضور کی پائنتی کی جانب مدفون ہیں۔ زہے مقدر کہ یہاں حاضری سے حق تعالیٰ نے سرفراز فرمایا۔ ارواح ثلاثہ میں ہے کہ:

۱...... رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی حضرت شاہ عبدالقادرؒ پہلی رات کی تراویح میں دو پارے پڑھتے تو وہ رمضان المبارک انتیس کا ہوتا۔ اگر پہلی رات تراویح میں ایک پارہ پڑھتے تو وہ رمضان المبارک تیس کا ہوتا۔ یہ بات اتنی مشہور اور پختہ تھی کہ خود شاہ عبدالعزیزؒ پہلی تراویح کے بعد آدمی بھیج کر معلوم کراتے کہ پہلی تراویح میں کتنے پارے پڑھے گئے۔ اگر کہا گیا کہ دو پڑھے تو فرماتے رمضان شریف انتیس کا ہوگا۔ اگر بادل یا کسی اور مجبوری سے چاند

نظر نہ آئے اور ہم فتویٰ نہ دے سکیں تو وہ دوسری بات ہے۔ مگر ہوگا انتیس کا۔ چنانچہ ایسے ہوتا اور یہ بات دلّی میں اتنی مشہور تھی کہ پہلی تراویح کے بعد دھوبی، درزی اس حساب سے تیاری کرتے کہ اب کا چاند انتیس کا ہوگا یا تیس کا۔

۲...... مولانا فضل حق خیرآبادیؒ اور مفتی صدرالدینؒ آپ کے شاگرد تھے۔ کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق تھا۔ جس دن دونوں کتابیں اٹھا کر آتے حضرت شاہ عبدالقادر سبق پڑھا دیتے۔ جس دن خدام اور نوکروں سے کتابیں اٹھوا لاتے اس دن سبق نہ پڑھاتے۔ کشف سے آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آج کتابیں خود اٹھا کر لائے یا خدام سے اٹھوائیں۔ ویسے معاملہ فرماتے۔

۳...... مولانا فضل حق خیرآبادیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت مجدد صاحبؒ کے سلسلہ نقشبندیہ سے مناسبت نہ تھی۔ لیکن جب شاہ عبدالقادرؒ ایسے محدثین کو دیکھا تو انس اور عقیدت سے سرشار ہوگیا۔ کیونکہ اگر فی الحقیقت یہ سلسلہ ناقص ہوتا تو ایسے کاملین اس سے کیوں جڑتے۔

۴...... مولانا فضل حق خیرآبادیؒ اور مفتی صدرالدینؒ منطق وفلسفہ کے ماہر مانے جاتے تھے۔ وہ حدیث وتفسیر، فقہ کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے پاس آتے۔ ان کی رائے تھی کہ علوم دینیہ میں یہ خاندان امامت کے درجے پر فائز ہے۔ لیکن عقلی علوم میں اس درجہ پر نہیں۔ ایک دن شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے فرمایا کہ دو بوریے بچھا دو۔ ایک مسجد کے کونہ پر اور ایک بوریا مسجد کی حد سے باہر۔ خود کونہ مسجد میں بوریا پر بیٹھ گئے اور مسجد کے باہر کے بوریا پر مولانا فضل حق اور مفتی صدرالدین کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ آج سبق پڑھانے کو دل نہیں کرتا۔ آج منطق وفلسفہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ فرمایا فلسفیوں کے نزدیک متکلمین کا کون سا مسئلہ کمزور ہے۔ انہوں نے کہا کہ سب کمزور ہیں۔ مگر فلاں تو بہت کمزور ہے۔ فرمایا: بہت اچھا آپ فلسفیوں کی نمائندگی کریں، ہم متکلمین کی۔ دلائل چلتے رہے دونوں حضرات نے شکست مان لی۔ فرمایا: بہت اچھا اب الٹ کرتے ہیں۔ تم متکلمین کا پہلو لو، ہم فلسفیوں کا۔ دلائل چلتے رہے دونوں حضرات اب پھر شکست کھا گئے اور پھر فرمایا کہ: ’’میاں صدرالدین ومیاں فضل حق یوں نہ سمجھو کہ ہمیں معقول علوم نہیں آتے۔ مگر ہم نے ان کو واہیات سمجھ کر صرف اور صرف اپنے آپ کو دینی علوم کے لئے وقف کر دیا ہے۔ مگر معقولی علوم نے اب بھی ہماری قدم بوسی کو نہیں چھوڑا۔‘‘

۵...... شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اپنی جائیداد بیٹیوں اور بھائیوں میں تقسیم کر دی اور ان کی اجازت سے اپنے بھتیجے مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کو بھی دے دی۔ سب جائیداد تقسیم کر کے خود متوکل ہو کر بیٹھ گئے۔ کھانا، کپڑے، بڑے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ بھجوا دیتے اور آپ دنیوی جھمیلوں سے بالکل الگ تھلگ ہوگئے۔

۶...... حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے پاس بھنگ فروش عورت آئی کہ میری بھنگ فروخت نہیں ہوتی۔ بہت تنگ دست ہوں۔ آپ تعویذ دے دیں۔ اس کے رونے دھونے پر ترس کر کے تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ جب کاروبار چمک نکلے تعویذ واپس کر دینا اور فرمایا تعویذ بھنگ گھوٹنے کے کھونٹے پر باندھ دینا۔ اس نے ایسے کیا۔ چند دنوں بعد آئی۔ تعویذ واپس کیا اور مٹھائی کے چار تھال بھی پیش کئے۔ حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ اور مولانا عبدالحئیؒ بھی

[redacted]

کے باہر چار بورے بچھا دو اور تھال بھی ان پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے کیا۔ آپ نے تعویذ مولانا شاہ محمد اسحٰق اور مولانا عبدالحئی صاحب کو دیا کہ کھول کر پڑھو کیا لکھا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ: ''دہلی کے بھنگ پینے والو! بھنگ پینا تمہارا مقدر ہو چکا تو کہیں اور کی بجائے اس بڑھیا عورت کی دکان سے لیا کرو۔'' اتنے میں چار جوگی آئے۔ ان کو مسجد کے باہر بچھے چار بوروں پر بٹھا دیا خود مسجد میں بیٹھ گئے۔ ان سے باتیں کر کے رخصت کیا تو مٹھائی بھی ان کو پکڑا دی اور پھر فرمایا: ''مال حرام بود بجائے حرام رفت۔'' دونوں علماء نے معاملہ دیکھا تو حیران رہ گئے کہ آپ کے بعض کام عام انسانوں کے سمجھنے سے بالا ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی ؒ نے فرمایا کہ عبارت سے معلوم ہے کہ وہ تعویذ نہ تھا عورت کو روکا، اس لئے کہ کہیں آپ روکتے تو وہ انکار کے بعد ضد میں حرام کو حلال سمجھ کر کفر میں نہ مبتلا ہو جاتی۔ اس بوڑھی کا دل نہ توڑا کہ مٹھائی رکھ لی اور پھر خود استعمال کی بجائے دفع معترت کے لئے جوگیوں کو دے کر خود بری الذمہ ہو گئے۔

کار پاکاں را برخود قیاس مگیر

۷...... آپ سادات کی چاہے سنی ہو یا شیعہ بہت قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک زمیندار شیعہ سید دوستوں کے ہمراہ آیا اور اعلان کر کے آیا کہ اگر شاہ صاحب نے مجھے عزت دی تو میں سنی ہو جاؤں گا اور یہ کہ میرے سید ہونے کی بھی تصدیق ہو جائے گی۔ وہ دوستوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔ آپ نے اسے عزت دی۔ احترام دیا۔ محبت کا معاملہ فرمایا۔ وہ سنی ہو گیا۔ زمیندار تھا، بااثر تھا تمام ہمراہی سنی ہو گئے۔ جہاں جہاں اس کا حلقہ اثر تھا سب سنی ہو گئے۔ اس نے شاہ عبدالقادر صاحب ؒ سے فرمایا کہ آپ نے مجھے عزت دی۔ شاہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ سید ہونے کی نسبت کا خیال کیا۔ انہوں نے کہا حضرت میں تو شیعہ تھا۔ فرمایا کہ اگر کاتب قرآن مجید غلط لکھ دے تو کاتب کا قصور ہے۔ قرآن مجید کے حروف تو قابل احترام ہیں۔ اتنا کہیں گے کہ قرآن مجید تو ہے مگر غلط لکھا ہوا۔ اس پر جس نے سنا جھوم اٹھا۔ سادات کا سلسلہ رحمت عالم ﷺ کی نسبت دامادی سے جو سیدنا علیؓ کو منتقل ہوئی اس سے چلا۔ نسبت کتنی بلند چیز ہے جو کپڑا قرآن مجید کا غلاف بن جائے کیسے چوما جاتا ہے۔ لیکن کیا جائے کہ ملعون خارجی خواجہ ابوطالب کی اس لئے برائی کرتے ہیں کہ وہ سیدنا علی المرتضیٰؓ کے والد ہیں۔ خواجہ ابوطالب، آنحضرت ﷺ کے دل و جان سے خیر خواہ ہونے کے سبب تمام اہل اسلام کے محسن ہیں۔ لیکن بداندیش و بدنصیب ان کی اہانت کے درپے ہو رہے ہیں۔ بہت ہی بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائیں۔ تم اور کچھ نہیں کف لسان ہی کر لو تو کیا حرج ہے؟

۸...... اکبری مسجد میں جہاں شاہ عبدالقادر ؒ رہتے تھے، اس کے دونوں جانب حجرے اور سہ دریاں تھیں۔ آپ ایک سہ دری میں پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھتے۔ بازار میں دور سے جو گزرتے وہ آپ کو سلام کرتے۔ اگر سنی ہوتا تو دائیں ہاتھ سے جواب دیتے۔ شیعہ ہوتا بائیں ہاتھ سے جواب دیتے۔ واقعہ بیان کرنے والے مولانا عبدالقیوم فرماتے ہیں کہ المؤمن ینظر بنور اللّٰہ!

حضرت شاہ عبدالغنی ؒ کے مختصر حالات

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا شاہ عبدالغنی ؒ ۱۱۷۰ھ یا ۱۱۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی شاہ ولی اللہ کے وصال کے وقت آپ پانچ یا چھ سال کے تھے۔ آپ کی تربیت حضرت شاہ

عبدالعزیز ؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین ؒ نے فرمائی۔ انہیں سے آپ نے علوم حاصل کئے۔ آپ کی وفات ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء ہے۔ آپ کے مزار مقدس پر حاضری کی سعادت سے قبرستان مہندیاں میں سرفرازی ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے صاحبزادے مولانا سید شاہ اسماعیل شہید مدفون بالاکوٹ نے بڑا نام ومقام پایا۔ سید اسماعیل شہید کے صاحبزادے شیخ موسیٰ بھی شاہ عبدالغنی ؒ اپنے دادا حضور کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین ؒ، کہاں کہاں سعادت مندی لے گئی۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ کے مختصر حالات

آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان کے مزارات پر جانے کے لئے مسجد کے صحن سے جنوب کی طرف منہ کرنا ہوگا۔ آپ مسجد میں جنوب کی طرف رخ کریں تو شاہ ولی اللہ کے خاندان کی قبور مبارکہ والے ہال میں داخل ہونے سے قبل باہر بائیں ہاتھ پر بہت ساری قبریں نظر آئیں گی۔ ان میں ایک مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی ہے۔ جو شاہ عبدالرحیم دہلوی ؒ کے سرکی جانب تقریباً برابر ہے۔ شاہ عبدالرحیم چھت والے احاطہ میں مدفون ہیں اور مولانا حفظ الرحمٰن آسمان کے نیچے کھلے ماحول میں مسجد کے صحن سے متصل، مسجد میں جب صفیں بنیں تو قبر مبارک سے نمازی متصل ہو جاتے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ ضلع بجنور میں مولانا شمس الدین صدیقی ؒ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ زمیندار، تعلیم یافتہ گھرانہ تھا۔ آپ کے والد قصبہ کے معزز، متدین گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بھوپال و بیکانیر میں اسسٹنٹ انجینئر کے عہدہ پر رہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن کے دو بھائی، بہنوئی اور بھتیجے علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے۔ لیکن مولانا کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ آپ دینی مدارس میں پڑھے اور علی گڑھ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ ایسے کئی قومی اداروں کی منتظمہ کے رکن یا سرپرست رہے۔ آپ نے سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام سے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کیا۔ مدرسہ شاہی مرادآباد میں بھی پڑھتے رہے۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، مفتی عزیز الرحمٰن ؒ اور حضرت میاں اصغر حسین ؒ ایسے اساتذہ سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی ؒ، مفتی عتیق الرحمٰن ؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ ایسے حضرات آپ کے ہمدرس تھے۔ دوران تعلیم جب آپ بخاری شریف کا سماع کررہے تھے، دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ کے مشورہ سے معین المدرس مقرر ہوگئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن اور خدمت خلق

آپ ابھی سیوہارہ میں تھے کہ یہاں سے پانچ میل دور کانٹھ کے مقام پر ایکسپریس ٹرین کو حادثہ پیش آیا۔ بیسیوں ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے زخمیوں کو نکالنے کے لئے جلتی آگ میں کودنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ خود جھلس گئے لیکن کئی افراد کو بچالیا۔ چوبیس گھنٹے کچھ کھائے پیئے بغیر مسلسل آخری زخمی کے نکالے جانے تک مصروف عمل رہے۔ اس طرح ایک جذامی قصبہ میں فوت ہوگیا۔ کوئی اس کے جنازہ کے قریب نہ جاتا تھا۔ آپ نے اسے غسل دیا۔ جنازہ وتدفین کا اہتمام کیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا سیوہاروی کس دل گردہ کے انسان تھے؟ جنہیں حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے میدان میں اتارا تھا۔

سیاسی سرگرمیوں کا آغاز

۱۹۱۹ء ہندوستان کی تاریخ میں ایک نیا موڑ ہے۔ اسی سال کانگریس نے ستاگری کی تحریک کا آغاز کیا۔ اسی سال جلیانوالہ باغ امرتسر کا قیامت خیز حادثہ رونما ہوا۔ اسی سال امرتسر میں ہی جمعیت علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ اسی سال ہی مولانا نے میدان سیاست میں قدم رکھا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ گرفتار ہوئے۔ رہا ہوتے ہی دارالعلوم میں داخلہ لیا تعلیم کی تکمیل کی۔ حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ ؒ نے آپ کو مدراس بھجوادیا۔ سال بھر وہاں تدریس وتبلیغ میں منہمک رہے۔ آپ نے اس دور میں ''حفظ الرحمن لمذهب النعمان ''اور''مالا بدار میں اسلام '' دو رسائل تصنیف کئے۔ ۱۹۲۴ء میں حج کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت انور شاہ کشمیری صاحب ؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا بدر عالم ؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن ؒ ایسے حضرات دارالعلوم دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے تو مولانا حفظ الرحمٰن ؒ بھی اس قافلہ میں ہمراہ تھے۔ ڈابھیل کے گردونواح میں آپ کی خطابت نے وہ جوہر دکھائے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ آپ قومی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔ گاندھی وپٹیل ایسے قومی رہنما نے آپ کی صلاحیتوں کے اعتراف میں سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھک کر آپ کو سلام کیا کرتے۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کی دعوت پر کلکتہ گئے۔ اپ نے مختلف مساجد میں درس قرآن جاری کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد ؒ کی مجلسوں میں شریک کار کے طور پر کام کیا۔ اس موقعہ پر ندوۃ المصنفین کا ادارہ قائم کیا۔ اس ادارہ کے قیام میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن ؒ، مولانا بدر عالم ؒ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی ؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن ؒ شریک عمل تھے۔ یہ ادارہ بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''قصص القرآن'' چار جلد''اخلاق اور فلسفہ اخلاق'' اور''اسلام کا اقتصادی نظام'' اسی ادارہ کے تحت میں اوّلاً شائع ہوئیں۔ مولانا بدر عالم میرٹھی ؒ مشہور عالم حدیث شریف کا مجموعہ ترجمان السنہ سہ جلد بھی یہاں سے شائع ہوئی۔ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء میں جو تحریکیں شروع ہوئیں، ترک موالات، تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت ان میں مولانا حفظ الرحمٰن کا قائدانہ کردار انہیں صف اوّل کے رہنماؤں میں کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں جمعیت علماء ہند کا امروہہ میں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا حفظ الرحمٰن ؒ نے تحریک آزادی میں شرکت اور کانگریس سے تعاون کی تحریک پیش کی۔ مولانا سید سلیمان ندوی ؒ، مولانا حسین احمد مدنی ؒ، مولانا سید انور شاہ کشمیری ؒ، مفتی کفایت اللہ ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن ؒ مہتمم دارالعلوم، مولانا ابوالکلام آزاد ؒ، مولانا محمد سجاد ؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ؒ ایسے حضرات کی موجودگی میں یہ تحریک منظور ہوئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ نے اس کی تائید میں شعلہ جوالہ گفتگو فرمائی۔ اس کے فقہی حصہ پر حضرت مدنی ؒ اور سید انور شاہ ؒ کے علم نے بارش برسائی اور بہت ہی مقبول ماحول میں تمام شرکاء نے تجویز کو منظور کیا جو مولانا سیوہاروی کے پختہ اور بلندیٔ ذہن کی واضح دلیل ہے۔ جمعیت علماء ہند نے تحریک آزادی کے الاؤ کو تیز کرنے کے لئے مسلمانوں کی گرفتاری پیش کرانے کی غرض سے ادارہ حربیہ قائم کیا۔ اس کے پہلے ڈکٹیٹر مفتی کفایت اللہ ؒ، دوسرے حضرت مدنی ؒ، تیسرے مولانا سحبان الہند ؒ مقرر ہوئے۔ مولانا حفظ

الرحمٰنؒ اس ادارہ حربیہ کے کمانڈر تھے۔ کانگریس خلاف قانون تھی۔ لیکن اس نے طے کیا کہ چاندنی چوک دہلی گھنٹہ گھر میں جلسہ عام کرنا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰنؒ آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے رکن رکین تھے۔ آپ ہمیشہ کھدر کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ اس دن سیوہارہ سے نکلے تو لٹھے کا پاجامہ، ولایتی کپڑے کی شیروانی، جے پوری صافہ جے پوری انداز میں باندھ کر ہاتھ میں بیش قیمت لاٹھی اٹھائے دہلی میں نوابوں کی طرح وارد ہوئے۔ پولیس پہچان نہ پائی کہ کھدر پوش مولوی آج نوابی شان سے ہمیں جل دے رہا ہے۔ آپ اجلاس میں شریک ہوئے۔

۱۹۴۲ء میں انگریز کے خلاف ’’انڈیا سے نکل جاؤ‘‘ تحریک کا آغاز ہوا۔ اسی زمانہ میں جنگ عظیم شباب پر تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰنؒ اس دور میں بیدار مغز قائد اور سرگرم مجاہد کے روپ میں نظر آتے ہیں کہ آپ نے صبح وشام انگریز کو ہند میں زچ کر دیا تھا۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کا واقعہ یا قصہ خوانی بازار پشاور کا حادثہ بھلانے سے نہیں بھلائے جاسکتے۔ ایک بار مولانا محمود مدنی پشاور آئے۔ ہمارے مخدوم زادہ مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کی مسجد قاسم علی خان قصہ خوانی سے ہند میں اپنے والد امیر الہند مولانا سید اسعد مدنیؒ کو فون کیا کہ اس وقت قصہ خوانی پشاور ہوں۔ مولانا اسعد مدنیؒ نے جواب میں بے ساختہ فرمایا کہ قصہ خوانی کے موجود وغائب سب کو میرا اسلام، زندہ قومیں یوں اپنے شہداء کو یاد رکھتی ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ قصہ خوانی بازار پشاور میں کیا ہوا تھا؟

جب انڈیا چھوڑ دو کی تحریک انگریز کے خلاف چل رہی تھی تو کانگریس کے رہنماؤں نے بمبئی میں اجلاس رکھا۔ مولانا حفظ الرحمٰنؒ اس میں موجود نظر آتے ہیں۔ بلکہ اس کے بعد گرفتار ہوئے۔ ۸؍اگست ۱۹۴۲ء کو انڈیا کونگ تحریک کانگریس نے منظور کی۔ مولانا آزادؒ، جواہر لال اسی شام گرفتار ہوگئے۔ مولانا حفظ الرحمٰنؒ تمام خطرات سے بے نیاز ہوکر اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ حضرت مدنیؒ گرفتار ہوگئے۔ مولانا عبدالحکیم صدیقیؒ ان دنوں جمعیت علماء ہند کے ناظم تھے۔ ان کے ساتھ مل کر ۲۷، ۲۸؍اگست کو جمعیت علماء ہند کا اجلاس منعقد کر ڈالا اور پورے ملک کے مسلمانوں کو انگریز کے مقابلہ میں میدان میں لا کھڑا کیا۔ انگریز نے ندوۃ المصنفین کے دفتر قرول باغ سے آپ کو گرفتار کرلیا۔ مراد آباد جیل میں بند کیا۔ مولانا حسین احمد مدنی کی جیل میں معیت حاصل ہوگئی۔ رمضان شریف یہاں گزرا۔ جیل میں حضرت مدنیؒ نے تراویح پڑھائیں۔ اتنے میں زعیم ملت مولانا سید محمد میاں بھی گرفتار ہوکر مراد آباد آگئے۔ انگریز نے حضرت مدنی کو نینی تال جیل اور مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا سید محمد میاں کو بریلی سنٹرل جیل منتقل کر دیا۔ یہ جنوری ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ مئی ۱۹۴۴ء میں مولانا حفظ الرحمٰن اور اگست ۱۹۴۴ء میں حضرت مدنی رہا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں سہارنپور جمعیت علماء ہند کے اجلاس میں جمعیت کے صدر حضرت مدنی اور ناظم اعلیٰ مولانا حفظ الرحمٰن منتخب ہوئے۔ اس کی استقبالیہ کمیٹی نے استقبالیہ رکھا۔ حضرت مدنی کے مزاج کے خلاف تھا۔ آپ نے شرکت سے انکار کر دیا۔ کارکنوں کی دلداری کے لئے مولانا حفظ الرحمٰن استقبالیہ میں شرکت کے لئے مان گئے۔ کمیٹی نے شوخ گھوڑے پر آپ کو سوار کیا۔ آپ نے اس شان سے سواری کی کہ شاہ سوار معلوم ہوتے تھے۔ مولانا سید محمد میاںؒ نے یہاں ایک خوبصورت بات کہی۔ جو یہ ہے کہ کبیر الاولیاء، مخدوم خواجہ جلال الدینؒ اپنی جوانی کے زمانہ میں بوعلی قلندر شاہ شرف الدین پانی پتیؒ کے سامنے سے گزرے تو قلندر مرحوم نے برجستہ کہا۔

گلگوں لباس کرد وسوار سمند شد
باراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

اب اس شعر کا زوردار ترجمہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ فارسی کا ذوق رکھنے والے مولانا سید محمد میاں ؒ کے ذوق عالی اور انتخاب لاجواب کی تو داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ ۱۹۴۶ء کا ''کیبنٹ کرپس مشن'' آیا۔ ہند تقسیم ہوا۔ پاکستان بنا۔ ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا۔ ۱۵راگست ۱۹۴۷ء کو ہند آزاد ہوا۔ اس خطہ میں نقل آبادی کے باعث ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے جان جوکھوں میں ڈال کر جس طرح مسلمانوں کے قتل عام کو روکنے میں کردار ادا کر سکتے تھے، کردار ادا کیا۔ ان کے یہ شب وروز پوری زندگی کا حاصل محنت قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ آپ کا قائدانہ کردار قابل رشک کارنامہ ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری اور ان کے اقتدار کے خاتمہ پر دہلی میں مسلمانوں کے خون سے انگریز نے ہولی کھیلی تھی۔ یا بالفاظ دیگر ۱۸۵۷ء کے نوے سال بعد ۱۹۴۷ء میں دہلی میں مسلمانوں کا خون ارزاں ہوا۔ اس خونی منظر میں خون کا دریا عبور کر کے ایک ایک مسلمان کو بچانے میں جو قیادت متحرک نظر آتی ہے یا اس جان لیوا ومہیب منظر کے منظر نامے پر جو مسلمانوں کی خیر خواہ تصاویر ابھرتی ہیں مولانا حفظ الرحمٰن اس میں نمایاں ہیں۔ ''خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را'' مولانا حفظ الرحمٰن کی تین نمایاں صفات، تدبر، جرأت وخطابت سب مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف ہوکر رہ گئے۔

۱۵رنومبر ۱۹۴۷ء کے اجلاس کانگریس دہلی میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن نے شیرازہ بندی مسلمانان ہند کے لئے جو خدمات سرانجام دیں اور کروڑوں مسلمانوں کو ہند میں تحفظ مہیا کرنے کے اقدام منظور کرائے۔ فرقہ پرستوں کو احساس ندامت پر مجبور کیا۔ ۲۷ردسمبر ۱۹۴۷ء کو لکھنؤ میں اجلاس منعقد کیا۔ نقل آبادی کے لئے سپیشل ٹرینوں کی حفاظت کا نظم قائم کرنے میں جدوجہد کی۔ انہیں حضرات کی کاوشوں سے بہت سارے مزید نقصان سے مسلمان بچ گئے۔ نقل آبادی سے جو خون کے دریا بہائے گئے وہ بھی کیا کم تھے۔ لیکن جتنے نقصان سے بچے وہ انہی رہنماؤں کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

دہلی کی تعلیم گاہیں، اجمیر کا مدرسہ معینیہ، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مرادآباد مدرسہ شاہی، سیوہارہ کے مسلم سکولز، اٹاوہ کے ادارے، علی گڑھ کی یونیورسٹی، یہ سب ادارے دیگر مساجد ومدارس اور خانقاہوں کی طرح اس نقل آبادی کے ہنگامہ میں زمین بوس ہوئے۔ انہیں دوبارہ آباد کرنے میں مولانا حفظ الرحمٰن کی قیادت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ فرسودہ لیگی ذہنیت کی ژاژ خواہی اور بعض اخبار نویسوں کا اوباش پن اور زبان درازی اور احمقانہ رویہ کو دیکھ کر ان کی ذہنیت کے افلاس پر ترس آتا ہے کہ پاکستان سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں۔ ان مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنا کیا یہ کوئی کارنامہ نہیں؟ جن مقدس شخصیات نے ان حالات میں مسلمان قوم کی خدمت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا، ہزاروں مساجد وخانقاہوں، مکاتب ومدارس کو آباد کیا۔ وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں یا تنقید کے تیروں کے لائق کہاں کھو گئی عقل سلیم؟ اور پھر تنقید کرنے والے وہ شریف لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایک تنکا نہیں اٹھایا۔ تنقید کرتے ہیں۔ ان پر جو سراپا عزیمت تھے۔ سچ ہے کہ جس قوم کی ذہنیت افلاس زدہ ہو جائے یا

پراگندہ حالی کا شکار ہوجائے تو ان کی سوچ سے سوائے یاوہ گوئی کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

تف بر تو آئے چرخ گردوں تف

مولانا حفظ الرحمٰن گندمی رنگ، اوسط درجہ کا بدن، نکلتا ہوا قد، کتابی چہرہ پر جرأت وسادگی اور نیکی کا ابر رحمت برستا ہوا، علم ووقار کا مرقع، بہادری وخطابت کا شاہکار، جرأتوں کی داستان، میانہ روی اور استقامت کے کوہ گراں۔ یہ مولانا حفظ الرحمٰن تھے۔ ہند کی پارلیمنٹ سے لے کر منبر ومحراب تک ہند کا گوشہ گوشہ ان کی عظمتوں پر شاہد عدل ہے۔ تین بار پارلیمنٹ کا کانگریس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ مگر ایک پیسہ کانگریس کے انتخابی فنڈ سے قبول نہیں کیا۔ اٹھارہ سال جمعیت علماء ہند کے سربراہ رہے۔ مگر آپ کی کسب معاش اپنی کتب کی فروختگی پر موقوف رہی۔ جبل پور، آسام کے حادثات نے انہیں بہت ہی تھکا دیا۔ اس موقع پر اپنی وفات سے ایک سال قبل ایک مسلم ورکر کنونشن میں فرمایا: ''میں نے تو اپنے خدا سے معاملہ کرلیا ہے۔ میں نعرہ ہائے تحسین وتفریں سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ دنیا کی عمر ہی کتنی ہے۔ میری تو بس یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوکر جاؤں۔''

مرض وفات

۲۳؍جنوری ۱۹۶۲ء کو بیمار ہوئے۔ معالج ڈاکٹر نے پھیپھڑوں سے پانی نکالا تو اس میں خون کی آمیزش نے انہیں حیرت زدہ کردیا۔ اس پانی کا ٹیسٹ ہوا تو ڈاکٹروں نے بمبئی بھیج دیا۔ وہاں جہاز کے ذریعہ گئے۔ اعلیٰ ہسپتال ٹاٹا میں زیر علاج رہے۔ ۲۶؍فروری کو دہلی واپس آئے۔ ۱۶؍اپریل کو علاج کے لئے امریکہ گئے۔ ۱۲؍جولائی کو واپس پھر دہلی آئے۔ گرمی کی حدت کے باعث احباب کشمیر لے جانا چاہتے تھے۔ مگر آپ نہ مانے۔ ۲؍اگست ۱۹۶۲ء کی صبح ساڑھے تین بجے انتقال فرمایا۔ صدر جمہوریہ ہند، وزیراعظم جواہر لال نہرو، لوک سبھا، پارلیمنٹ کے سپیکر وممبران آل انڈیا کانگریس کے ایک ایک رہنما نے عقیدت کے گلدستے آپ کے قدموں میں رکھے۔ اس روز ساڑھے چار بجے شام دہلی کے دہلی دروازہ کے باہر کے میدان میں لاکھوں انسانوں نے قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ مغرب کے وقت سپرد خاک ہوئے۔ وہ ۱۹۶۲ء تھا آج ۲۰۱۴ء کہ فقیر ان کے سرہانے ایصال ثواب کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ ہائے کتنی جلدی زمانہ گزر گیا اور زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!

میرے دادا پیر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے مولانا مفتی محمد جمیل الرحمٰنؒ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کے مکان سیوہارہ میں فرمایا کہ: ''مولانا حفظ الرحمٰنؒ نے فسادات کے زمانہ میں دہلی کے اندر مسلمانوں کو بچانے کے لئے جو خدمات سرانجام دیں۔ اس زمانہ کی ان کی ایک رات کی جدوجہد پر میں اپنی پوری زندگی کے اذکار واشغال نثار کرنے پر تیار ہوں۔'' (بیس بڑے مسلمان ص۹۴۳)

اس ملفوظ کے بعد اب قارئین مزید لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔ اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔ البتہ پاکستان میں اس حفظ الرحمٰن کا نام فضل الرحمٰن ہے۔ معاندین اس پر کیا تبصرہ کریں گے بر چشم قلندر۔ اور بس!

مغرب کے بعد یہاں سے واپس ہوٹل آگئے۔ اب دوستوں کو جو بتانا شروع کیا کہ فقیر راقم خاندان شاہ

ولی اللہ ؒ کے مزارات کی سلامی بھر آیا ہے۔ جو ستماروں کے خوشی کے گرویدہ زیارت ہو جاتا۔ آج شام کا کھانا جمعیت علماء ہند کے دفتر میں طے تھا۔ جامع مسجد ملا عبدالنبی (م ۱۵۸۴ء) بانی مسجد حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی (م ۱۵۳۷ء) کے پوتے اور مغل حکمران اکبر کے عہد میں صدرالصدور کے منصب پر فائز تھے۔ بہادر شاہ ظفر روڈ پر جمعیت علماء ہند کا مرکزی دفتر قائم ہے اور اسی وجہ سے یہ مسجد آباد ہے۔ ورنہ دور دور تک اس علاقہ میں مسلم آبادی کا نشان بھی نہیں۔ اس کے ایک کمرہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کا بورڈ آویزاں ہے۔ یہاں ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیت علماء ہند بھی قائم ہے۔ جمعیت کا دفتر کئی منزلوں پر مشتمل ہے۔ مین جگہ پر واقع ہے۔ اس کی دیوار کے ساتھ پولیس لائن ہے۔ بہت سارے ممالک کے مہمان اس دفتر میں مختلف کمروں میں ٹھہرائے گئے تھے۔ عشاء کی نماز بھی یہاں پڑھی۔ رات گئے ہوٹل جا کر لیٹ گئے۔

۱۶ر دسمبر کی مصروفیات

۱۶ر دسمبر کو صبح نماز سے فارغ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ کیا ۹ ربجے صبح بڑی ائیر کنڈیشن کوچ ہوٹل آ گئی۔ اس نے تمام مہمانوں کو لے کر دہلی کے مختلف مقامات پر لے کر جانا تھا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ، آپ کے صاحبزادہ مولانا اسعد محمود اور حضرت مولانا عبدالغفور حیدری کی حضرت مولانا سید محمود مدنی کے ہمراہ ہندوستان کے وزراء اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں طے تھیں۔ ان کے علاوہ تمام حضرات بس میں سوار ہوئے۔ ہوٹل سے نکلتے ہی تھوڑی دور بہادر شاہ ظفر مارگیٹ (روڈ) شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں سے بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کیا گیا اور پھر بیٹوں کے سران کے حضور پیش کیئے گئے۔ وہ یادگار بنی ہوئی کالے اور سرخ پتھروں کی اس یادگار کو خونی گیٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قریب میں مولانا آزاد میڈیکل کالج ہے۔ اس کے قریب فیروز بخت بادشاہ کی یادگار ہے۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ایک زنجیر گھر سے باہر دروازہ تک باندھ رکھی تھی جو سائل جس وقت ضرورت ہوتی زنجیر کھینچ دیتا تو بادشاہ کو گھر اطلاع ہو جاتی وہ باہر آ جاتا اور سائل کی دادرسی ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ ایک بار گدھا گزرا اس نے سر اوپر کیا تو زنجیر ہل گئی۔ بادشاہ باہر آ گیا۔ کیا لوگ تھے۔ اس پر ایک شعر بھی ہے۔

اک وہ بھی تھا دستور کہ جس نے زنجیر ہلا دی
سلطان نے لبیک کہی خوش ہو کے صدا دی
اک دستور نرالا ہم کو بھی آیا ہے میسر
کانٹوں نے کیا جرم تو پھولوں کو سزا دی

بس میں بیٹھے بیٹھے بتایا گیا کہ یہ قبرستان ہے۔ اس کو گورستان غریباں کہتے ہیں۔ اس میں غازی عبدالرشید کی بھی مزار ہے اور اسی میں زعیم ملت، مؤرخ الہند، حضرت مولانا سید محمد میاں کا بھی مزار مبارک ہے۔ اکبر روڈ، شاہجہان اور نگزیب روڈ، ہمایوں روڈ، صفدر جنگ روڈ، ایئرپورٹ روڈ گزرتے گزرتے حضرت قطب بختیار کاکی ؒ کے مزار مبارک پر جا پہنچے۔ ٹھہریئے! ابھی میں تو ذہناً سراج الدین بہادر شاہ ظفر کی یادوں میں کھویا ہوا ہوں۔ جاری ہے!

۷ستمبر ۱۹۷۴ء ...... ایک تاریخ ساز دن

مولانا مفتی خالد محمود

۷/ستمبر ہماری ملی تاریخ میں ایک انتہائی اہمیت کا حامل دن ہے جس دن پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہوا اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر حملہ آور اور اس کا تشخص مٹانے کے در پے قادیانیوں اور مرزائیوں کو اپنی سازشوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور پوری قوم نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا تاکہ قوم اور ملت اس کی سڑانڈ اور تعفن سے محفوظ رہے۔ یہ دن صرف پاکستان کی تاریخ کا ہی اہم دن نہیں بلکہ عالم اسلام کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ اس دن حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا جھنڈا بلند ہوا۔ اس دن آپ کی ختم نبوت کا تحفظ ہوا۔ اس دن سرکار دو عالم ﷺ کی عزت وناموس پر ڈاکہ ڈالنے والے ذلیل وخوار ہوئے اور اعلان خداوندی ''ورفعنا لک ذکرک'' کا ایک بار پھر ظہور ہوا۔ اس دن آنحضرت ﷺ کے تاج ختم نبوت کو چھیننے والے اور آپ کی قبائے نبوت کو نوچنے والوں کا منہ کالا ہوا اور وہ وعدۂ الٰہی ''واللہ یعصمک من الناس'' عملی شکل میں سامنے آیا۔ اس دن آنحضرت ﷺ کے جانثاروں اور غلاموں کی قربانیاں رنگ لائیں اور غلامان محمد سرخرو ہوئے۔ اس دن عالم اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہوا، اور تمام دنیا پر آشکارا ہوا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور مسلمانوں میں اتنی ہمت وطاقت ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی اور آقائے مدنی، خاتم الانبیاء ﷺ کی عظمت، حرمت، عزت کے لئے ہر قربانی اور جرأت مندانہ اقدام کر سکتے ہیں۔ مگر! افسوس یہ دن آتا ہے اور خاموشی سے گزر جاتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اتنا اہم دن تھا جو آ کر چلا گیا۔ نہ کوئی اہتمام، نہ خصوصی تقریبات، نہ مذاکرے، نہ مجالس کا اہتمام۔ یہ قوم کی اجتماعی بے حسی کی علامت ہے۔ حالانکہ اس طرح کے تاریخ ساز اور تابناک واقعات قوموں کی زندگی میں ہمیشہ نہیں کبھی کبھار آتے ہیں اور زندہ قومیں ان روشن لمحات اور زریں واقعات کو یاد رکھتی ہیں اور ان کی یاد کی شمعیں روشن کر کے اپنی زندگیوں کو روشن اور اپنی تاریخ کو منور رکھتی ہیں اور اس کی عطر بیز یادوں سے اپنے لیل ونہار کو معطر بناتی ہیں۔ ۷/ستمبر کی تاریخ ایک مرتبہ پھر آئی ہے۔ دل چاہا کہ اس دن جو فیصلہ ہوا اور اس کے لئے جو جدوجہد ہوئی، جو قربانیاں دی گئیں۔ ان کا مختصر سا تذکرہ کر دیا جائے۔ سو وہ قارئین کی نظر ہے:

''نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلبا یونین کا الیکشن ہوا۔ مسلمان طلبا کے مقابلہ پر بعض قادیانی بھی الیکشن میں آ گئے۔ اس سے مسلمان طلبا میں قادیانی عقائد وعزائم کو سمجھنے کا موقع میسر آیا۔ ''آئینہ قادیانیت'' نامی پمفلٹ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر واشاعت نے شائع کر کے وسیع تعداد میں نشتر میڈیکل کالج ملتان میں تقسیم کیا۔ الیکشن جیت کر مسلمان طلبا سیر وسیاحت کے لئے پشاور کے سفر پر جانا چاہتے تھے۔ وہ لاہور کے راستہ کی طرف سے پشاور جانے کے لئے خیبر میل میں بکنگ کرانے کے لئے گئے۔ خیبر میل میں ان کو بوگی میسر نہ آئی تو چناب ایکسپریس سے بکنگ ہوئی۔ چناب ایکسپریس (ربوہ) چناب نگر سے ہو کر گزرتی ہے۔ (ربوہ) چناب نگر کے قادیانی ہر آنے

جانے والی گاڑی کے مسافروں میں قادیانیت کا ان دنوں لٹریچر تقسیم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ۲۲؍مئی ۷۴ء کو چناب ایکسپریس کے مسافروں میں لٹریچر تقسیم کیا۔ ان میں نشتر کالج کے زیر تعلیم سٹوڈنٹس بھی تھے۔ وہ بپھر گئے۔ اسٹیشن پر تو تکار ہوئی۔ ٹرین چلی گئی۔ قادیانی قیادت نے اسے اپنی خودساختہ سٹیٹ میں مداخلت بے جا اور اپنی توہین تصور کیا۔ ان طلبا نے ۲۹؍مئی ۷۴ء کو واپس آنا تھا۔ قادیانی شاطر قیادت منصوبہ بندی میں لگ گئی کہ ان طلبا سے انتقام لینا ہے۔ چناب نگر، لالیاں، نشتر آباد، سرگودھا وغیرہ اسٹیشنوں پر قادیانی عملہ تعینات تھا۔ ان مقامات سے قادیانی جتھے ٹرین پر سوار ہوئے۔ مسلمان طلبا کی بوگی نمبر اور ٹرین کی آمد کے متعلق قادیانی عملہ نے ان کو معلومات مہیا کیں۔ ٹرین ۲۹؍مئی ۷۴ء کو چناب نگر اسٹیشن پہنچی تو شیطان نے قادیانیت کے روپ میں جارحانہ وسنگدلانہ کھیل کھیلا۔ قادیانی غنڈوں نے طلبا کے ڈبہ کا دونوں اطراف سے گھیراؤ کرلیا اور طلباء پر آہنی سلاخوں، لوہے کے تاروں، آہنی پنجوں سے حملہ کردیا، طلبا کو خوب مارا پیٹا، انہیں لہولہان کردیا۔ ان کے کپڑے پھاڑ دیئے، جسم زخموں سے چور چور ہوگئے۔ ان کا سامان لوٹ لیا گیا۔ یہ سب کچھ مرزا طاہر کی سربراہی میں ہوا۔ قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے ٹرین کو روکے رکھا۔ فیصل آباد ریلوے کنٹرول نے پوچھا کہ ٹرین اتنی دیر ہوگئی چلی کیوں نہیں تو عملہ نے بتایا کہ فساد ہوگیا ہے۔ ریلوے کنٹرول کے ذریعہ یہ خبر مقامی انتظامیہ تک پہنچ گئی۔ اسی دوران ریلوے کنٹرول کے ایک ذمہ دار افسر نے مولانا تاج محمودؒ کو اس حادثہ کی اطلاع دی۔ مولانا تاج محمودؒ ختم نبوت کے راہنما تھے اور ریلوے کی مسجد میں امام تھے۔ ٹرین کے پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ تھے۔ مولانا نے ختم نبوت کے رفقاء، فیصل آباد کے غیور مسلمانوں کو فوراً اسٹیشن پہنچنے کے لئے کہا۔ اخباری نمائندوں، پنجاب میڈیکل کالج، گورنمنٹ کالج کے طلبا کو اطلاع دی۔ ریلوے لوکو شیڈ میں کام کرنے والے سارے مولانا کے جمعہ کے مقتدی تھے۔ ان کو پیغام دیا کہ کام چھوڑ کر فوراً اسٹیشن پہنچیں۔ اس طرح تھوڑی دیر میں ایک اچھا خاصہ مجمع جمع ہوگیا۔ نعرہ بازی اور احتجاج شروع ہوگیا۔ اتنے میں ٹرین پہنچ گئی۔ زخمی طلباء کو ٹرین سے اتارا گیا۔ اسی وقت ڈپٹی کمشنر کو فون کرکے بلایا گیا۔ ان کے ہمراہ ایس پی بھی تھے۔ انہوں نے زخمی طلباء سے ملاقات کی۔ حالات معلوم کئے۔ ڈبہ کا معائنہ کیا۔ اس دوران طلبہ کی مرہم پٹی کی جاچکی تھی۔ افسران نے کہا کہ طلبا کو یہاں روک لیا جائے۔ تاکہ یہاں ان کا علاج کیا جاسکے۔ مگر طلباء نے انکار کردیا کہ ہم اسی حالت میں ملتان جائیں گے اور نشتر میڈیکل کالج میں علاج کرائیں گے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ اب گاڑی کو آگے جانے دیں۔ مگر راہنماؤں نے صاف انکار کردیا کہ جب تک ہمارے مطالبات نہیں مان لئے جاتے۔ اس وقت تک گاڑی آگے نہیں جاسکتی تو فوری طور پر تین مطالبات رکھے گئے:

۱……اس سانحہ کی ہائی کورٹ سے تحقیق کرائی جائے۔ ۲……اس سانحہ میں شریک تمام ملزمان بشمول اسٹیشن ماسٹر چناب نگر و نشتر آباد کو گرفتار کیا جائے۔ ۳……اس سانحے کے تمام ملزمان کو کڑی سزا دی جائے۔

ڈپٹی کمشنر نے چیف سیکریٹری کو فون کیا اور مطالبات ان کے سامنے پیش کئے۔ وہ ایک ایک منٹ کی خبر لے رہے تھے اور پوری صورتحال سے واقف تھے۔ انہوں نے فون پر ہی یقین دلایا کہ تینوں مطالبات تسلیم کرلئے گئے۔ مولانا تاج محمود نے ایک دیوار پر کھڑے ہوکر طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم ہماری اولاد ہو۔ جگر کے ٹکڑے

ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک قادیانیوں سے آپ کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب نہیں لیا جاتا۔ اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس کے بعد طلباء کو ائیر کنڈیشن ڈبے میں شفٹ کیا گیا۔ ٹرین روانہ ہوگئی۔ مولانا تاج محمودؒ نے ختم نبوت کے تمام مرکزی راہنماؤں کو واقعہ کی اطلاع دی اور مختلف شہروں میں اپنے رفقاء کو واقعہ سے مطلع کیا۔ جہاں جہاں ٹرین رکتی گئی۔ احتجاجی مظاہرے ہوتے رہے۔ اسی دن شام کو الخیام فیصل آباد میں پریس کانفرنس کی گئی جس میں مولانا تاج محمودؒ، مفتی زین العابدینؒ، حکیم عبدالرحیم اشرفؒ، صاحبزادہ افتخار الحسن، مولانا فضل رسول حیدر، مولانا اللہ وسایا اور دیگر علماء موجود تھے۔ اخباری نمائندوں کے سامنے پوری تفصیل بیان کی گئی اور اگلے روز فیصل آباد شہر میں ہڑتال اور جلسہ کا اعلان کیا گیا: ۳۱ مئی کو مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کی جنرل باڈی کا اجلاس مولانا تاج محمودؒ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قراردادیں پاس کی گئیں:

۱...... قادیانیوں کے ظلم وتشدد پر شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ اس واقعہ کے سرغنہ اور اصل ظلم وتشدد کے محرک مرزا ناصر کو گرفتار کیا جائے۔

۲...... چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۳...... مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی آفس سے جاری ہونے والے سرکلر میں تمام جماعتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ پرامن طور پر تحریک جاری رکھیں۔ تاوقتیکہ مطالبات نہ مان لئے جائیں۔ حالات پہلے سے قادیانیوں کے خلاف تحریک کے متقاضی تھے۔ کیونکہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اور وہ منہ زور گھوڑے کی طرح بے لگام ہوئی جارہی تھی۔ اس واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تحریک نے جنم لیا جو ۷ر ستمبر کے تاریخ ساز فیصلہ پر منتج ہوئی۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ جو اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے اور اس وقت آب وہوا کی تبدیلی کے لئے سوات تشریف لے گئے تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ فوراً راولپنڈی پہنچے۔ حضرت نے راولپنڈی پہنچ کر مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، نوابزادہ نصراللہ خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ سے فون پر رابطے کئے۔ حالات معلوم کئے اور ان حضرات پر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل پر زور دیا۔ تمام حضرات نے حضرت بنوریؒ سے درخواست کی کہ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہیں اور یہی جماعت اس مسئلہ میں داعی ہے۔ اس لئے آپ ہی مجلس عمل کا اجلاس بلائیں۔ چنانچہ حضرت بنوریؒ نے تمام علماء اور سرکردہ حضرات سے رابطے شروع کر دیئے۔ تحریک کو منظم کرنے، پروان چڑھانے اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے کوششیں شروع ہوگئیں۔ مجاہدین سربکف میدان میں اتر آئے۔ اہل اللہ نے اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہوکر گڑگڑا کر رحمت خداوندی کو مدد کے لئے پکارا اور یوں اہل حق کا پورا قافلہ قادیانیت کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ خود حضرت بنوریؒ نے جہاں ایک طرف امت مسلمہ کو متحد کرنے اور قوم کے منتشر ٹکڑے

جمع کرنے کے لئے رات دن ایک کر دیئے۔ وہاں بارگاہ خداوندی میں تضرع، ابتہال، گریہ وزاری کا سلسلہ تیز سے تیز کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں ایسی تحریک چلی جس میں پوری قوم یک جان اور متحد تھی۔ پورے برصغیر کی تاریخ میں ایسی کامیاب اور عدیم النظیر تحریک کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ ۲۹ رمئی سے ۷ ستمبر تک، سو دن برصغیر کی مذہبی تاریخ میں سو سال کے برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ۳ رجون ۱۹۷۴ء کو حضرت بنوریؒ نے علماء کرام اور مختلف جماعتوں کا ایک نمائندہ اجتماع راولپنڈی میں طلب کیا۔ یہ اجلاس اول تو بہت عجلت میں بلایا گیا تھا۔ وقت تھوڑا تھا۔ دیگر حضرات بہت کم تعداد میں پہنچ سکے اور ادھر حکومت نے اسے ناکام بنانے کے لئے ختم نبوت کے تین مندوبین مفتی زین العابدینؒ، حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اور مولانا تاج محمودؒ کو لالہ موسیٰ اسٹیشن پر اتار کر گرفتار کر لیا۔ لہٰذا اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ۹ رجون کو لاہور میں مجلس عمل کا اجلاس بلایا جائے۔ اس اجلاس کے لئے محنت اور بھاگ دوڑ شروع کر دی گئی۔ ۹ رجون کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر سیاسی و دینی جماعتوں کا اجلاس جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں منعقد ہوا جس میں بیس جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ حضرت بنوریؒ نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس اجتماع کے اغراض و مقاصد اور تحریک کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مفتی محمودؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، مولانا عبد الستار نیازیؒ اور دیگر نمائندوں کی تقریریں ہوئیں اور تحریک کو منظم رکھنے اور اسے پروان چڑھانے کے لئے ''مجلس عمل'' تشکیل دی گئی۔ اس اجلاس میں درج ذیل فیصلے ہوئے:

۱...... مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو آل پارٹیز مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا کنوینر بنایا گیا۔

۲...... ۱۴ رجون کو فیصل آباد میں اجلاس بلایا گیا جس میں مجلس عمل کا مستقل انتخاب ہوگا۔

۳...... ۱۶ رجون کو ملک بھر میں ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔

حضرت علامہ بنوریؒ اور مولانا عبدالستار نیازیؒ نے پریس کانفرنس میں کنونشن کے درج ذیل فیصلوں کا اعلان کیا:

۱...... صدر اور وزیراعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲...... قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے فوراً ہٹایا جائے۔

۳...... چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۴...... قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد اور خدام احمدیہ کے ذمہ دار افراد کو گرفتار کیا جائے۔

ختم نبوت کے اکابرین نے اجلاس سے فارغ ہو کر عام کارکنوں کو درج ذیل ہدایات دیں:

۱...... ہمارا دشمن صرف قادیانی ہے۔ اس کا خیال رکھیں۔ حکومت سے تصادم نہ ہونے پائے۔

۲...... قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔

۳...... ۱۴ رجون کی ہڑتال کو کامیاب بنایا جائے۔

غرضیکہ پورے ملک میں یہ مطالبہ زور پکڑتا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت کے وزیراعظم نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مجلس عمل کے راہنماؤں سے فرداً فرداً ملاقات کا سلسلہ شروع کیا جن میں آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، میاں طفیل محمدؒ، مولانا مظفر علی شمسیؒ، مولانا

ظفر احمد انصاریؒ، مفتی زین العابدینؒ، حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ شامل ہیں۔

۱۳ر جون کو وزیراعظم بھٹو نے ایک طویل تقریر کی جو ریڈیو پر نشر ہوئی۔ اس میں ختم نبوت پر اپنے ایمان کا اظہار فرمایا کہ میں مسلمان ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ مسئلہ نوے سال پرانا ہے۔ اتنی جلدی کیسے حل ہوسکتا ہے۔ لیکن سانحہ ربوہ پر کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ۱۴ر جون کو مجلس عمل کی دعوت پر کراچی سے درہ خیبر اور لاہور سے کوئٹہ تک پورے پاکستان میں ایسی بھرپور اور مکمل ہڑتال ہوئی کہ پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ۱۶ر جون کو فیصل آباد میں پہلے سے مجلس عمل کا اجلاس بلایا ہوا تھا۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو مجلس عمل کا باقاعدہ صدر منتخب کیا گیا، مولانا سید محمود احمد رضویؒ کو ناظم اعلیٰ، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، سید مظفر علی شمسیؒ، مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، مولانا عبدالواحدؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ نائب صدر، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، میاں فضل حقؒ نائب ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس اجلاس میں بھٹو صاحب کی تقریر کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا گیا۔

حکومت نے سانحہ چناب نگر کی تحقیقات کے لئے مسٹر جسٹس کے ایم صمدانی کی سربراہی میں ۳۱ر مئی کو صمدانی ٹریبونل قائم کیا۔ جس کے سامنے گواہیاں پیش ہوئیں۔ بیانات قلمبند ہوئے۔ اس تحقیقاتی کمیشن نے ۱۳ر اگست کو اپنی تحقیقات مکمل کر لیں اور ۲۰ر اگست کو سانحہ ربوہ سے متعلق اپنی رپورٹ پنجاب کے وزیراعلیٰ کو پیش کیں۔ وزیراعلیٰ نے اپنی سفارشات کے ساتھ ۲۲ر اگست کو یہ رپورٹ وزیراعظم کو پیش کی۔ بھٹو صاحب نے ۱۳ر جون کی تقریر میں اس تحقیقاتی کمیشن کا بھی حوالہ دیا کہ جب تک تحقیقات مکمل نہیں ہو جاتیں۔ اس وقت تک احتجاج ملتوی ہونا چاہیے۔ مجلس عمل کا کہنا تھا کہ تحقیقاتی کمیشن صرف سانحہ چناب نگر کی تحقیق کرے۔ باقی یہ کہ مرزائی غیر مسلم ہیں۔ ان کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مسئلہ ٹریبونل کے سامنے پیش ہی نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ مسئلہ تو اسمبلی میں بل پیش کر کے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ حل کیا جائے۔ ۲۰ر جون کو سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) اسمبلی نے متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارشی قرارداد منظور کی۔ جون کے آخر میں بنگلہ دیش کے دورے پر جاتے ہوئے وزیراعظم بھٹو صاحب نے اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے قومی اسمبلی کو ایک تحقیقاتی کمیٹی کی شکل دے دی جائے گی۔

۳۰ر جون کو حزب اختلاف کی طرف سے قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش ہوئی۔ یہ قرارداد مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے پیش کی جس پر ابتداء میں ۲۲ر ارکان اسمبلی نے دستخط کئے۔ بعد میں مزید ۱۵ر افراد نے اس پر دستخط کئے۔ اس کے ساتھ ہی وزیر قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے ایک تحریک پیش کی۔ وعدے کے مطابق بنگلہ دیش سے واپسی پر یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا جس میں پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا اور اس کے سامنے غور کرنے کے لئے یہ دو قراردادیں پیش کی گئیں۔ اس اجلاس میں یہ بھی طے ہوا کہ اس خصوصی کمیٹی کے لئے چالیس ارکان کا فورم ہوگا۔ تیس ارکان حزب اقتدار کے اور دس ارکان حزب اختلاف کے۔ اس کے ساتھ ہی دو ہفتے کے لئے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا اور خصوصی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔

قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی اور جس طرح کہ طے کیا گیا تھا کہ مرزائی اور لاہوری پارٹی کے بیانات تحریراً لئے جائیں گے اور انہیں زبانی بھی اپنی صفائی کا موقع دیا جائے گا۔ اس کے مطابق قادیانی اور لاہوری گروپ دونوں نے اپنے محضر نامے قومی اسمبلی میں علیحدہ علیحدہ پیش کئے۔ ان کے جواب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی ''قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف'' کے نام سے اپنا تفصیلی موقف پیش کیا۔ حضرت بنوریؒ کی قیادت میں یہ موقف دو حصوں پر مشتمل تھا۔ ایک حصہ مذہبی مباحث پر مشتمل تھا۔ جسے مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے مرتب کیا۔ دوسرا حصہ قادیانی سیاست اور ان کے عزائم کے بارے میں تھا۔ جسے مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مرتب کیا۔ اوران دو حضرات کی معاونت کرتے ہوئے مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا تاج محمودؒ اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حوالہ جات کی ترتیب وتدوین کا کام کیا۔ دن میں جتنا کام مرتب کیا جاتا حضرت سید نفیس الحسینیؒ اس کی کتابت کرتے۔ جتنا حصہ لکھا جاتا حضرت مولانا مفتی محمودؒ، چوہدری ظہور الٰہی اور مولانا شاہ احمد نورانیؒ اسے سن لیتے اور مناسب ترمیم واضافہ کے بعد اسے پریس بھیج دیا جاتا۔ اس طرح امت اسلامیہ کا ایک مکمل اور مدلل مؤقف سامنے آ گیا۔ یہ کتاب قومی اسمبلی کے تمام اراکین میں تقسیم کی گئی۔ مفتی محمودؒ نے اسے قومی اسمبلی میں پڑھ کر سنایا۔ اسی مؤقف میں اصولی طور پر قادیانی اور لاہوری گروپ کی طرف سے پیش کئے گئے۔ محضر نامے کے جوابات آ گئے تھے۔ لیکن باقاعدہ شق وار جواب کی سعادت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے حصہ میں آئی اور انہوں نے علیحدہ علیحدہ مستقل دونوں محضر ناموں کے جوابات تحریری طور پر اسمبلی میں پیش کئے۔ یہ دونوں جوابات احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شائع ہو چکے ہیں۔

قادیانی اور لاہوری گروپ نے صرف تحریری طور پر ہی اپنا موقف پیش نہیں کیا۔ بلکہ انہیں زبانی بھی اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ چنانچہ قادیانی گروپ کی طرف سے قادیانیوں کا سربراہ مرزا ناصر احمد قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔ ۵ سے ۱۰ راگست اور ۲۰ ر سے ۲۴ راگست تک کل گیارہ روز مرزا ناصر احمد کا بیان۔ اس سے سوالات وجوابات اور اس پر جرح ہوئی۔ ان گیارہ دنوں میں بیالیس گھنٹے مرزا ناصر پر جرح ہوئی۔ لاہوری پارٹی کی طرف سے ان کے سربراہ مسٹر صدرالدین پیش ہوئے۔ ۲۷، ۲۸ راگست کو ان کا بیان ہوا اور ان پر سات گھنٹے جرح ہوئی۔ صدرالدین چونکہ کافی بوڑھے تھے۔ پوری طرح بات بھی سننے کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے ان کا بیان میاں عبدالمنان عمر کے وسیلہ سے ہوا۔

گواہوں پر جرح اور ان سے سوالات کے لئے اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کو متعین کیا گیا۔ انہوں نے پوری قومی اسمبلی کی اس سلسلہ میں معاونت کی اور بڑی محنت وجانفشانی سے اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔ قومی اسمبلی کے ممبران اپنے سوالات لکھ کر اٹارنی جنرل صاحب کو دیتے تھے اور وہ سوالات کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں مفتی محمودؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ اور دیگر حضرات نے اٹارنی جنرل کی معاونت کی۔

قومی اسمبلی میں اگرچہ قادیانی مسئلہ پر بحث ومباحثہ جاری تھا۔ ادھر اسمبلی سے باہر پوری قوم مسئلہ کے حل کرانے کے لئے متحد تھی اور تحریک زور وشور سے جاری تھی۔ تحریک کے قائدین کو اپنے موقف کی صداقت پر کامل

یقین تھا۔ ان کے عزائم بلند تھے۔ لیکن ان کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ اس مسئلہ کو حکومت کی طرف سے بلاوجہ طول نہ دے دیا جائے اور تحریک جو پرامن طریقے سے جاری ہے۔ کہیں کسی مرحلہ پر تشدد کا راستہ اختیار نہ کر لے۔ کیونکہ حکومت اور مخالفین کی طرف سے مسلسل منافرت آمیز بیانات کا سلسلہ جاری تھا اور حکومت بظاہر تحریک کو کچلنے یا اسے طول دے کر ٹال مٹول سے کام لینے پر تلی ہوئی تھی۔ اس لئے مجلس عمل کے قائدین نے وزیراعظم بھٹو صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ فیصلہ کی تاریخ کا اعلان کر دیں۔ چنانچہ بھٹو صاحب جو سرکاری مصروفیات کے سلسلہ میں کوئٹہ گئے ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے اپنی پارٹی کے رہنماؤں سے مشورہ کیا اور ۲۴؍اگست کو اعلان کرتے ہوئے فیصلہ کی تاریخ ۷؍ستمبر مقرر کر دی گئی ہے۔

۷؍ستمبر کو رات کے اجلاس کی روشنی میں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا بند کمرے میں اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کی سفارشات کو آخری اور حتمی شکل دی گئی اور قرارداد اور ترمیمی بل کا مسودہ متفقہ طور پر تیار کیا گیا۔ اسی روز خصوصی کمیٹی کے اجلاس کے بعد قومی اسمبلی کا کھلے ایوان میں اجلاس ہوا۔ اجلاس کا آغاز ساڑھے چار بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد وزیر قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی سفارشات پر مشتمل قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔ اس تاریخی قرارداد کا متن درج ذیل ہے:

’’قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔ کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کرنے یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ، اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام، لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہیں:

الف…… پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترامیم کی جائے۔

اوّل…… دفعہ ۱۰۶(۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

دوم…… دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیرمسلم کی تعریف درج کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

ب…… مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح……کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے، وہ دفعہ ھذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

ج…… متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ، ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد، ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

د…… پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال،

آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

اس قرارداد پر عبدالحفیظ پیرزادہ، مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، غلام فاروق، چوہدری ظہور الٰہی، سردار مولا بخش سومرو کے دستخط تھے بعد میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی اس پر دستخط کئے۔ قرارداد پیش کرنے سے پہلے مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے مختصر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ خصوصی کمیٹی کے اجلاسوں میں پورا پورا اتفاق رائے رہا۔ کچھ مشکلات پیدا ہوئیں۔ ان کا تعلق زیادہ تر طریقہ کار سے تھا۔ اسی دوران وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو ایوان میں داخل ہوئے۔ قرارداد کی منظوری کے بعد وزیر قانون نے آئین میں ترمیم کا بل پیش کیا۔ جو دونوں ایوانوں سے منظوری کے بعد آئین کا حصہ بنا۔ اس پر سپیکر نے پیرزادہ صاحب سے اس بل پر تقریر کرنے کے لئے کہا۔ پیرزادہ صاحب نے صرف اتنا کہا کہ وہ اس بل پر ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بل قومی اسمبلی کی پوری کمیٹی کا متفقہ بل ہے۔ اس کے بعد اسپیکر صاحب نے قائد حزب اختلاف مفتی محمودؒ کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ مفتی محمود صاحبؒ نے کہا کہ میں اور میرے رفقاء اس بل کی مکمل حمایت کرتے ہیں اور اس صورت حال میں کوئی تفصیلی تقریر میں ضروری نہیں سمجھتا۔ اس موقع پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی اس بل کی حمایت اور تائید کی۔ اس کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی نے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ اس تاریخی بل کا متن یہ ہے:

وزیراعظم کی تقریر کے بعد بل کی خواندگی کا تیسرا مرحلہ شروع ہوا اور وزیر قانون نے بل منظوری کے لئے ایوان کے سامنے پیش کر دیا۔ تا کہ ہر رکن قومی اسمبلی اس پر تائید یا مخالفت میں رائے دے۔ رائے شماری کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی نے پانچ بج کر باون منٹ پر اعلان کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم کے حق میں ایک سو تیس ووٹ آئے ہیں۔ جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ اس طرح قومی اسمبلی میں یہ آئینی ترمیمی بل اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔ لیکن ابھی ایک دستوری مرحلہ باقی تھا۔ چنانچہ اسی روز شام ساڑھے سات بجے ایوان بالا (سینٹ) کا اجلاس ہوا۔ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ اور سات بج کر پچاس منٹ پر وزیر قانون نے اسمبلی کا منظور شدہ بل منظوری کے لئے ایوان بالا میں پیش کیا۔ دستوری مراحل سے گزرتے ہوئے اس بل پر یہاں بھی رائے شماری ہوئی۔ رائے شماری کے بعد سینٹ کے چیئرمین جناب حبیب اللہ خان نے آٹھ بج کر چار منٹ پر اعلان کیا کہ بل کی حمایت میں اکتیس ووٹ آئے ہیں۔ یہاں بھی مخالفت میں کوئی ووٹ نہیں ڈالا گیا۔ اس طرح ملک کے دونوں ایوانوں نے متفقہ طور پر بل منظور کر کے آئین میں ترمیم کی اور اس ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کے کفر پر مہر ثبت کر دی۔ عام طور پر جمہوری حکومتوں اور اداروں میں اس طرح کے فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ ایسا تھا کہ دونوں ایوانوں میں مکمل اتفاق رائے سے طے پایا اور مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں آیا۔ اس طرح کی مثال دوسرے کسی فیصلہ میں شاید ہی مل سکے۔ اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جتنی خوشی اور مسرت قوم کو اس فیصلہ سے ہوئی شاید ہی کسی موقع پر اتنی خوشی حاصل ہوئی ہو۔

مجلس کے امیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے وزیراعظم، حکومت، اراکین اسمبلی اور پوری قوم کو

مبارکباد پیش کی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس طرح یہ تحریک ختم نبوت جس کی بنیاد ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو (ربوہ) چناب نگر اسٹیشن پر ہونے والا حادثہ بنا تھا۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی شام کو نتیجہ خیز ثابت ہوکر کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے اس موقع پر جو بیان دیا تھا۔ اس کا ایک اقتباس نقل کر کے اپنا مضمون ختم کرتا ہوں: ''قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا بہت ہی عظیم برکات کا کارنامہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے منکروں کا مسلمانوں کے حق میں ایک ناسور تھا۔ بلکہ اس سے آنحضرت ﷺ کی روح مبارک بھی بے تاب تھی۔ قادیانی مسئلہ کے حل پر جہاں تمام ممالک کی جانب سے تہنیت ومبارک باد کے پیغامات آئے۔ وہاں منامات ومبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابر امت اور خود آنحضرت ﷺ کی مسرت وبہجت بھی محسوس ہوئی۔ منامات کی حیثیت مبشرات کی ہے۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ بہرحال قادیانی ناسور کے علاج سے نہ صرف زندہ بزرگوں کو مسرت ہوئی۔ بلکہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے۔ معلوم ہوتا ہے انہیں بھی اس سے بے حد وپایاں خوشی ہوئی۔'' مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ہمارا مشن پورا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ یہ تو اس کا نقطۂ آغاز ہے۔ اصل کام جو ہمارے کرنے کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی مادی غرض یا کسی غلط فہمی کی بناء پر اس مرزائیت سے وابستہ ہوئے۔ انہیں آنحضرت ﷺ کے دامن ختم نبوت میں لانے کے لئے محنت کی جائے۔ مرزائیوں نے عام طور پر مسلمانوں ہی کو شکار کیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو پوری ہمدردی اور خیرخواہی کے ساتھ جہنم سے نکالنے کی فکر کی جائے۔ پاکستان کے اندر اور باہر جس قدر لوگ مرتد ہوئے ہیں۔ انہیں پھر سے اسلام کی دعوت دی جائے۔ غرض مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دینا اصل مقصد نہیں تھا۔ بلکہ انہیں داخل در اسلام کرنا اصل مقصد ہے۔'' (احتساب قادیانیت، ج۱۶، ص۳۴۴، ۳۴۸)

قاری محمد عارف کا کا انتقال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے سیکرٹری اطلاعات، بزرگ عالم دین قاری محمد عارف گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ ان کی نماز جنازہ میں کارکنوں اور علمائے کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں تھیں۔ ان کے وفات پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماء اور ادارہ لولاک ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین!

قبول اسلام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مبلغ مولانا محمد خبیب کے ہاتھ پر ۲۶؍رمضان المبارک بروز جمعہ کو کچی آبادی پیر محل ضلع ٹوبہ کی ایک مرزائی فیملی کے چھ افراد نے قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ جن میں ایک بیوہ، تین بچیاں اور دو بچے شامل ہیں۔ اس مبارک موقع پر پیر محل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بعد نماز جمعہ ان نومسلمین کے لئے دین اسلام پر استقامت کی دعا کی گئی۔

۷ ستمبر ...... یوم ختم نبوت

مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن مسلمانان پاکستان کے لئے خصوصاً اور امت مسلمہ کے لئے عموماً ایک تاریخ ساز دن کی حیثیت کا حامل ہے۔ جب پاکستان کے مسلمانوں نے رحمتہ للعالمین ﷺ کی عالمگیر نبوت اور ان کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر تمام تر سیاسی، گروہی وابستگیوں اور ذاتی مفادات سے بالاتر ہوکر اللہ کی رضا کے لئے متحدہ جدوجہد کی اور پاکستانی قوم نے جو نمائندے قومی اسمبلی کے ایوان میں بھیجے تھے۔ انہوں نے پوری قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنے اسلامی اور ملی تشخص کی حفاظت کرتے ہوئے قومی اسمبلی میں لازوال فتح حاصل کی۔ اس دن ممبران قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین پاکستان میں ایک ترمیم کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کے منکرین کو امت مسلمہ کے جسد اطہر سے کاٹ کر جدا کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ مرزا غلام قادیانی اور اس کی ذریت ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں کی طرح ایک جدا اور غیر مسلم اقلیت ہے۔ قومی اسمبلی کے معزز ایوان میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پہلے قادیانیوں کو اپنا موقف بیان کرنے کا اور صفائی کا پورا موقع دیا گیا۔ عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کئے گئے اور مرزا غلام قادیانی کے پوتے مرزا ناصر نے گیارہ دن اپنے موقف کا اظہار کیا جو کہ دو سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد اس کے بیان پر جرح کی گئی اور اس کے لاجواب ہو جانے پر تمام ممبران اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین میں ترمیم کی اور قادیانیوں، لاہوریوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس ترمیم میں کسی ایک ممبر کا ووٹ بھی اس ترمیم کے خلاف نہیں گیا ۔ قادیانیت کے خلاف اہل اسلام کی تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت کی یہ تحریک اور اس کی جدوجہد نوے سال پر محیط ہے۔ مرزا غلام قادیانی نے خود یہ اعتراف کیا تھا کہ قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ برصغیر میں انگریزوں نے اپنی حکومت کو برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں کی اجتماعیت پر طرح طرح کے حملے کئے۔ انگریز نے جب سروے کیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اجتماعیت کے نقطے کیا ہیں، تو انہیں یہ پتہ چلا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اجتماعیت کا پہلا نقطہ عقیدہ توحید ہے۔ دوسرا نقطہ عقیدہ رسالت ختمی مرتبت ﷺ ہے۔ تیسرا نقطہ اجتماعیت اہل برصغیر کا امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا پیروکار ہونا ہے۔ اس لئے انگریز نے اپنی حکومت کو دوام دینے کے لئے برصغیر کے خزانوں کو انگلستان منتقل کرنے کے لئے اور سیاسی اور معاشی طور پر امہ کو غلام بنانے کے لئے ان تینوں اجتماعیت کے نقطوں پر ضرب لگائی۔ عقیدہ توحید پر ضرب یوں لگائی کہ ایسے سرکاری اور درباری لوگ سامنے لائے گئے جنہوں نے دین میں بدعات اور غیر اسلامی رسومات کی آمیزش کی اور اہل سنت والجماعت میں افتراق کا بیج بویا عقیدہ رسالت پر ضرب لگانے کے لئے پورے منصوبے کے ساتھ جھوٹا مدعی نبوت (مرزا قادیانی) کھڑا کیا۔ جبکہ اجتماعیت کے تیسرے نقطے پر ضرب لگانے کے لئے اک کھتری ہندو جو کہ دیوان چند کا بیٹا اور علی پور چٹھہ گوجرانوالہ کا رہائشی تھا۔ فتنہ لامذہبیت پھیلانے کے لئے اس کا انتخاب کیا۔ لیکن ہر میدان میں علمائے برصغیر نے انگریز اور اس کے ٹوڈیوں کا ناطقہ بند کیا۔ علمائے دیوبند کے شیخ

الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو مدینہ منورہ سے واپس کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم سے کسی بڑے فتنہ کے خلاف کام لے گا۔ حضرت نے سیف چشتیائی نامی کتاب لکھ کر مرزا غلام قادیانی پر اتمام حجت کیا۔ محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر پانچ سو علمائے کرام سمیت بیعت کی اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قادیانیت کے خلاف جدوجہد میں امیر شریعت کو سپاہ سالار مقرر کیا۔ ۹۰ سالہ دور میں حضرت شاہ جیؒ اور آپ کے رفقاء نے انگریز اور انگریزی نبی کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور شاہ جیؒ کے بعد آپ کے روحانی فرزند آج بھی اس منصب اور جدوجہد کو سنبھالے ہوئے ہیں اور مرزائیت کے پول کھول رہے ہیں۔ مرزا غلام قادیانی نے انگریز کا منصوبہ پورا کرنے کے لئے دعویٰ نبوت سے پہلے بیشمار دعوے کئے۔

دعاوی مرزا

۱......۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۲......۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۳......۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۴......۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبوت کا دعویٰ کیا۔ ۵......۱۹۰۱ء میں مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان کے علاوہ بھی اس نے عجیب وغریب قسم کے دعوے کئے۔

بیت اللہ ہونے کا دعویٰ

’’خدا نے اپنے الہام میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔‘‘ (اربعین ۴ ص ۱۵ حاشیہ خزائن ج ۱۷ ص ۳۴۵)

۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ

’’جب تیرہویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھ کو خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص ۱۸۳ بر حاشیہ، خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۱)

۱۸۸۲ء میں مامور ہونے کا دعویٰ

’’میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں۔‘‘

(نصرۃ الحق براہین احمدیہ پنجم ص ۵۲، خزائن ج ۲۱ ص ۶۶ و کتاب البریہ ص ۱۸۴ حاشیہ در خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۲)

نذیر ہونے کا دعویٰ

’’الرحمن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اباؤهم ‘‘(خدا نے تجھے قرآن سکھلایا تا کہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے)(تذکرہ ص ۴۳، ضرورۃ الامام ص ۳۱ در خزائن ص ۵۰۲ جلد ۱۳، براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۵۲ در خزائن ج ۲۱ ص ۶۶)

۱۸۸۳ء آدم، مریم اور احمد ہونے کا دعویٰ

’’یا ادم اسکن انت وزوجك الجنة یا مریم اسکن انت وزوجك الجنة یا احمد اسکن انت وزوجك الجنة نفخت فیك من لدنی روح الصدق ‘‘ترجمہ:’’اے آدم، اے مریم، اے احمد! تو اور جو شخص تیرا تابع جنت میں رہیں اور اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔‘‘

(تذکرہ ص ۷۰، براہین احمدیہ ص ۴۹۷، خزائن ج ۱ ص ۵۹۰ حاشیہ)

تشریح: ''مریم سے مریم ام عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں اور نہ آدم سے آدم ابوالبشر مراد ہے اور نہ احمد سے اس جگہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ مراد ہیں اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسیٰ اور عیسیٰ اور داؤد وغیرہ نام بیان کئے گئے ہیں۔ان ناموں سے بھی وہ انبیاء مراد نہیں ہیں بلکہ ہر ایک جگہ یہی عاجز مراد ہے۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد اول ص۸۲ مکتوب بنام میر عباس علی بحوالہ تذکرہ ص ۷۱، ۲۰۷ حاشیہ)

۱۸۸۴ء رسالت کا دعویٰ

الہام:''انی فضلتك علی العالمین قل ارسلت الیکم جمیعا''(میں نے تجھ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی کہہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں)

(تذکرہ ص۱۲۹ مکتوب مرزا قادیانی مورخہ ۳۰/دسمبر ۱۸۸۴ء اربعین نمبر ۲ ص ۷ خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۳)

۱۸۸۶ء توحید وتفرید کا دعویٰ

الہام:......''تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید اور تفرید'' (تذکرہ ص ۳۸۱ طبع دوم)

۱۸۹۱ء مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ

''اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارے میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔''

(تذکرہ ص ۲۰۷ طبع سوم تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۵۹ مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۰۷)

۱۸۹۱ء مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ

الہام:......''جعلنا المسیح بن مریم ''(ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا)ان کو کہہ دے کہ میں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں۔'' (تذکرہ ص ۱۸۶ طبع سوم ازالہ اوہام ص ۶۳۳ در خزائن ص ۴۴۲ جلد ۳)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰ در خزائن ص ۲۴۰ جلد ۱۸)

۱۸۹۲ء صاحب کن فیکون ہونے کا دعویٰ

الہام:''انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون ''(یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے تو اسے کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔)

(تذکرہ ۲۰۳ طبع سوم براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۹۵، خزائن ص ۱۲۴ ج ۲۱)

۱۸۹۸ء مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ

''بشرنی وقال ان المسیح الموعود الذی یرقبونه والمهدی المسعود الذی ینظرونه هو انت ''ترجمہ:......''خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تو ہے۔'' (تذکرہ ص ۲۵۷ طبع سوم اتمام الحجہ ص ۳، خزائن ج ۸ ص ۲۷۵)

۱۸۹۸ء امام زماں ہونے کا دعویٰ

’’سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام زماں میں ہوں۔‘‘

(ضرورۃ الامام ص۲۴، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵)

۱۹۰۰ تا ۱۹۰۸ء ظلی نبی ہونے کا دعویٰ

’’جبکہ میں بروزی طور آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا، جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

نبوت ورسالت کا دعویٰ

۱……’’انا انزلناہ قریباً من القادیان …… الخ ‘‘ترجمہ:’’ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔‘‘(براہین احمدیہ حاشیہ ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳، الحکم جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۳۰ مورخہ ۲۴/اگست ۱۹۰۰ بحوالہ تذکرہ ص۷۶ طبع سوم)

۲……’’سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۳……’’میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۱)

۴……’’وہ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۴۲۶ وضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۴، خزائن ج۱۷ ص۴۳)

۵……’’وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا، تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘ (دافع البلاء ص۵، خزائن ص۲۲۵، ۲۲۶ ج۱۸)

مستقل صاحب شریعت نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ

۱……’’قل یا یھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا ای مرسل من اللّٰہ ‘‘ترجمہ:’’اور کہہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوکر آیا ہوں۔‘‘

(اشتہار معیار الاخیار ص۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۰، منقول از تذکرہ ص۳۵۲ طبع سوم)

۲……’’انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً ‘‘ ترجمہ:’’ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے، اسی رسول کی مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۰۱، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

۳……اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے لئے کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی

ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام: ’’قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالك ازکی لھم‘‘ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ‘‘ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفا امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفا احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ص۴۳۵،۴۳۶ ج۱۷)

۴…… ’’یٰسین انك لمن المرسلین علی صراط مستقیم‘‘ (اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر) (حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰)

۵…… ’’فکلمنی ونادانی وقال انی مرسلك الی قوم مفسدین وانی جاعلك للناس اماما وانی مستخلفك اکراماً کما جرت سنتی فی الاولین‘‘ (انجام آتھم ص۷۹، خزائن ج۱۱ ص۷۹)

۶…… ’’ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدین کله‘‘ (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳) ’’اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ص۶۲ ج۱۱)

ان سبھی دعاوی کا مقصد وحید یہی ہے کہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کر کے حکومت برطانیہ کی کاسہ لیسی کرنا۔ ان بلند بانگ دعوؤں کی بنیاد روحانیت، عقلیت یا حقیقت پر نہیں بلکہ صرف اور صرف مادیت پرستی، بدعقلی اور کذب پر اور غداری ملت پر ہے۔ جیسا کہ مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ: ’’قادیانی ملک اور اسلام کے غدار ہیں۔‘‘

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے وقت بھی قادیانیوں نے پاکستان کی مخالفت کی اور اکھنڈ بھارت کا منصوبہ اب بھی ان کے مذہبی عقائد کا ایک حصہ ہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چند سیٹیں قادیانیوں کے ہاتھ آ گئیں تو نشہ اقتدار میں ایک سیاسی جماعت سے وابستگی نے انہیں دیوانہ کر دیا اور وہ ملکی حالات کو بزعم خود اپنے لئے سازگار پا کر اقتدار پر قبضہ کی سکیمیں بنانے لگے اور فوج میں قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اس نشہ اقتدار میں ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو (ربوہ) چناب نگر کے ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعے سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے بعد ایک عظیم تحریک ’’تحریک ختم نبوت‘‘ کے عنوان سے چلی۔ خیبر سے کراچی تک۔ اسمبلی سے باہر اس کی قیادت محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے کی اور اسمبلی میں قائد انقلاب اسلامی مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے کی۔

اہل سرحد کے لئے یہ اعزاز تاقیامت رہے گا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء جس کی قبولیت ربانی پر قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ اس تحریک کی قیادت اسمبلی کے اندر اور اسمبلی سے باہر اللہ تعالیٰ نے اہل سرحد کو بخشی۔

خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے اعزاز کا مشاہدہ امت نے اس وقت کیا کہ تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر بیک آواز ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت (قادیانیت) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت ایوان اسمبلی میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالحق، مولانا صدر الشہیدؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالمصطفیٰ، پروفیسر غفور احمدؒ اور ان کے رفقاء نے ختم نبوت کی وکالت کی۔ متحدہ اپوزیشن کی طرف سے قادیانیوں کے خلاف تحریری قرارداد پیش کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا نام تجویز ہوا۔ جبکہ پیپلز پارٹی (حکومت وقت) کی جانب سے دوسری قرارداد عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی۔ جبکہ اٹارنی جنرل کے ذریعے جرح مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ ودیگر رفقاء نے کی اور مرزا قادیانی کے پوتے مرزا ناصر کے بیان کا جواب جو کہ ''ملت اسلامیہ کا مؤقف'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مولانا مفتی محمودؒ نے پیش کیا۔ ایوان سے باہر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ملک کے گوشے گوشے میں شمع رسالت کے پروانوں تک ختم نبوت کے تحفظ کا یہ پیغام پہنچایا۔ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے اس عظیم تحریک کو دامے، درمے، سخنے ایندھن فراہم کیا اور ملک عزیز کی جیلوں کے دامن تنگ پڑ گئے۔ اخبارات ورسائل نے اس عظیم تحریک کی آواز کو ملک گیر بنانے کے لئے تحفظ ختم نبوت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ یوں ہر شعبے میں اہلیان وطن نے آقائے نامدار ﷺ سے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ قومی اسمبلی میں قادیانی اور لاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ ۹۰ دن تک شب وروز مسلسل محنت وکاوش سے قادیانیت کی حقیقت کھل کر ارکان اسمبلی کے سامنے آگئی اور مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ جب جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ قرارداد کو منظور کیا (یاد رہے کہ جناب عبدالحفیظ پیرزادہ وزیر قانون تھے) اور قادیانی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

امسال ۷؍ستمبر کا دن ۴۰ واں یوم ختم نبوت ہے۔ اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے کہ رحمتہ للعالمین ﷺ کی ختم نبوت اور عزت وناموس کے پھریرے کو بلند کرنے کی سعادتوں سے امت مسلمہ کی ترجمان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چار دانگ عالم میں دنیا کے تمام براعظموں میں ختم نبوت کا فریضہ ادا کر رہی ہے۔

تحریک ختم نبوت ...... چند خفیہ گوشے

جناب محمد متین خالد

۳۰؍جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی قرارداد پیش کی جس پر مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالحق، چوہدری ظہور الٰہی، شیر باز خان مزاری، مولانا محمد ظفر احمد انصاری، احمد رضا قصوری، مولانا نعمت اللہ، سردار شوکت حیات، علی احمد تالپور اور رئیس عطاء محمد خاں مری سمیت چالیس کے قریب ممبران اسمبلی نے دستخط کئے۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ قادیان کے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے بعد اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآنی آیات کا تمسخر اڑایا۔ جہاد کو ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیت سامراج کی پیداوار ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا ہے۔ قادیانی مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ لہٰذا اسمبلی مرزا قادیانی کے پیروکار قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے کر آئین پاکستان میں ضروری ترمیم کرے۔

۵؍اگست ۱۹۷۴ء کو صبح دس بجے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خاں کی صدارت میں اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی سمیت پوری کابینہ نے شرکت کی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد قادیانی جماعت کے وفد کو جس کی سربراہی قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کر رہا تھا۔ بلایا گیا۔ اسمبلی میں طے پایا گیا کہ کوئی رکن قومی اسمبلی براہ راست مرزا ناصر سے سوال نہ کرے بلکہ وہ اپنا سوال لکھ کر اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کو دے دے جو خود مرزا ناصر سے اس بارے میں دریافت کریں گے۔ دنیا کی تاریخ میں جمہوری نظام حکومت کا یہ واحد واقعہ ہے کہ اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے بجائے قادیانی مذہب کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا اپنا مؤقف پیش کرنے کے لیے بلایا گیا۔ تعارفی کلمات کے بعد اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے قادیانی عقائد پر بحث شروع کی تو مرزا ناصر نے کہا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۰ کے تحت ہر شہری کو مذہبی طور پر آزادئ اظہار حاصل ہے۔ آپ کسی پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ ایک شخص خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان اور قرآن مجید کی متعدد آیات کا بھی منکر ہے تو کیا اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ اس پر مرزا ناصر مختصر خاموشی کے بعد بولا کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ہمیں غیرمسلم اقلیت قرار دے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی قرار دیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ہم کسی کو کافر قرار نہیں دیتے۔ اس پر اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر کو اس کے دادا (آنجہانی مرزا قادیانی) اس کے والد (قادیانی خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود) اور اس کے چچا (مرزا بشیر احمد ایم اے) کی متعدد تحریریں پڑھ کر سنائیں۔ جس میں انہوں نے مسلمانوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج، جہنمی، ولدالحرام اور

کنجریوں کی اولاد قرار دیا۔ ان حوالہ جات پر مرزا ناصر نہایت شرمندہ ہوا۔ پھر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ جب آپ کا نبی الگ، قرآن الگ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ الگ ہے تو پھر آپ خود کو مسلمان کہلوانے اور شعائر اسلامی استعمال کرنے پر بضد کیوں ہیں؟ اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ ہماری کوئی چیز الگ نہیں ہے، ہم مسلمانوں کا ہی ایک حصہ ہیں۔ اس سلسلہ میں اٹارنی جنرل نے کئی ایک حوالے پڑھ کر سنائے تو مرزا ناصر بے حد پریشان ہوا۔

ایک موقع پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس مرزا قادیانی کی تمام کتب موجود ہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ہاں! ہمارے پاس مرزا صاحب کی تمام کتب موجود ہیں۔ اٹارنی جنرل نے پوچھا کہ ان کی تعداد کیا ہے؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ۸۰ کے قریب ہیں۔ یحییٰ بختیار نے کہا کہ آپ نے ان ۸۰ کتب کو روحانی خزائن کے نام سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ ملفوظات دس جلدوں میں، مجموعہ اشتہارات تین جلدوں میں اور مکتوبات وغیرہ تین جلدوں میں شائع کئے۔ یہ ساری کتب ایک الماری کے دو شیلفوں میں آسکتی ہیں۔ مگر آپ کے مرزا صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے: ’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔‘‘

(تریاق القلوب صفحہ ۲۷، ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶ از مرزا قادیانی)

اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ باقی کتب کہاں اور ان کے نام کیا ہیں؟ اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ اتنی تعداد میں شائع ہوئیں کہ ۵۰ الماریاں بھر جائیں۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ اگر آپ صرف ایک کتاب کو ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کر دیں تو اس سے سیکڑوں الماریاں بھر جائیں گی۔ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ انگریز کی حمایت اور جہاد کی ممانعت کے سلسلہ میں اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ ۵۰ الماریاں بھر جائیں۔ اس پر مرزا ناصر کو کوئی جواب نہ آیا۔

ایک اور موقع پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ آپ مرزا قادیانی کو کیا مانتے ہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اٹارنی جنرل نے پوچھا کہ اس کے علاوہ آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ کچھ نہیں۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں صراحتاً دعویٰ کیا ہے کہ وہ خود ’’محمد رسول اللہ‘‘ ہے۔ اور آپ جب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں۔ اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ ہم مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ نہیں مانتے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ کیا آپ مرزا قادیانی کے دعویٰ محمد رسول اللہ کو جھوٹا مانتے ہیں؟ اس پر مرزا ناصر خاموش ہو گیا۔ پھر اٹارنی جنرل نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے کئی ایک اقتباسات پیش کئے۔ جب اٹارنی جنرل نے مرزا قادیانی کی کتب سے متنازعہ حوالہ جات پیش کئے تو ممبران اسمبلی غم وغصہ میں ڈوب گئے۔ بہر حال ۱۳

روز کی طویل بحث اور جرح کے بعد مرزا ناصر نے نہ صرف اپنے تمام کفریہ عقائد و نظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ لایعنی تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ ۵ اور ۶ ستمبر کو اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے ۱۳ روز کی بحث کو سمیٹتے ہوئے اراکین اسمبلی کو مفصل بریفنگ دی۔ ان کا بیان اس قدر مدلل، جامع اور ایمان افروز تھا کہ کئی آزاد خیال اور سیکولر ممبران اسمبلی بھی قادیانیوں کے عقائد و عزائم سن کر پریشان ہو گئے۔ چنانچہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو شام ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق 160(2) اور 260(3) میں اس کا مستقل اندراج کر دیا۔

ایک موقع پر قومی اسمبلی میں یہ حیران کن منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ جب قادیانی خلیفہ مرزا ناصر اپنے کفریہ عقائد کے دفاع میں دلائل دے رہا تھا کہ اچانک ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور مرزا ناصر پر بیٹ کر دی جس سے وہ نہایت سٹپٹایا اور بڑبڑاتا ہوا تھوڑی دیر کے لیے اسمبلی سے باہر چلا گیا۔ جس نے بھی یہ منظر دیکھا، وہ ششدر رہ گیا کہ جدید عمارت کے بند کمرے میں اچانک پرندہ کہاں سے آ گیا؟ اور پھر پرندے کا صرف مرزا ناصر کو ٹارگٹ کرنا بھی باعث تعجب تھا۔

۶ ستمبر ۱۹۷۴ء کو رات ساڑھے نو بجے حکومتی حلقوں میں بے حد اثر و رسوخ رکھنے والے معروف صحافی اور روزنامہ وفاق کے مدیر اعلیٰ جناب مصطفیٰ صادق کی ملاقات وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے ہوئی۔ اس اہم ملاقات کی روداد بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ جب بھٹو صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے ساتھ بیگم نصرت بھٹو، وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ، وزیر مذہبی امور کوثر نیازی، وفاقی سیکرٹری برائے قانون جسٹس محمد افضل چیمہ اور ڈپٹی اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار بھی موجود تھے۔ اس موقع پر بیگم نصرت بھٹو شدید غصے میں تھیں۔ وہ زور زور سے کہہ رہی تھیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دینا چاہیے۔ ہم ایسی حکومت نہیں کر سکتے۔ ہم نے حکومت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس موقع پر جناب یحییٰ بختیار نے نہایت ٹھنڈے دل سے دلیل اور اپیل کا لہجہ اختیار کیا جس سے بیگم نصرت بھٹو کافی نارمل ہوئیں اور پوری توجہ سے یحییٰ بختیار کی گفتگو سننے لگیں۔ بقول مصطفیٰ صادق صاحب: ''سچی بات یہ ہے کہ یحییٰ بختیار کا یہ کارنامہ اتنا عظیم اور اتنا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مسٹر بھٹو کی پارٹی میں کوئی ایسا مرد جری بھی شامل ہے جو بلا خوف و خطر اپنا موقف نہ صرف یہ کہ شد و مد کے ساتھ بیان کر دے۔ بلکہ استدلال کی قوت سے مسٹر بھٹو جیسے حکمران کو عین اس مرحلے پر جب کہ وہ بے یقینی اور مایوسی کی دلدل میں گھٹنے گھٹنے پھنسا ہوا ہو اور غیظ و غضب کے عالم میں سارے پینترے بھول چکا ہو۔ زور استدلال سے صورت حال کا رخ تبدیل کر دے۔ چنانچہ جونہی کچھ بعد دیگرے مسٹر بھٹو اور مسز بھٹو نے اپنی رٹی پٹی باتیں دہرائیں اور کہا ''یہ ملا کی جیت ہے۔ ہم کون ہیں کسی کو کافر قرار دینے والے۔ ایسا اعلان کرنے سے بہتر ہے حکومت چھوڑ دی جائے۔ ہم نے حکومت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم مستعفی ہو رہے ہیں۔'' یحییٰ بختیار کی ایمان افروز گفتگو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ انتہائی موثر اور پر مغز گفتگو۔ ''آپ حکومت چھوڑ رہے ہیں یا آپ سیاست سے بھی دست بردار ہو رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس ایشو (Issue) پر مستعفی ہو رہے ہیں۔ کیا آپ پبلک کے سامنے اپنے استعفیٰ کا جواز ثابت کر سکیں گے؟'' کاش میں اسمبلی کی اس کارروائی کا خلاصہ اپنے ہمراہ لے آتا اور آپ کو

جتاتا کہ مرزا ناصر نے کیا کچھ کہا ہے۔ کیا موقف اختیار کیا ہے؟ یہ کون کہتا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے سے ملاجیت جائے گا؟ آپ کو معلوم ہے کہ قادیانیت کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا کیا موقف ہے؟ ہم اسی موقف کے قائل ہیں۔ اگر کسی کے خیال میں قادیانیوں کو کافر قرار دینا صحیح نہیں ہے تو پھر انہیں قادیانیوں کا یہ نقطہ نظر درست تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم اور آپ غیر مسلم ہیں۔ یحییٰ بختیار نے بھٹو صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کہا کہ سر! اگر آپ چاہیں بھی تو شاید اب ممکن نہیں۔ کیونکہ قادیانی اور لاہوری جماعت کی قیادت نے پارلیمنٹ میں نئی نبوت کے حوالے سے سب کے سامنے ان تمام کفریہ عقائد کا برملا اعتراف کرلیا ہے جس کی بناء پر امت مسلمہ انہیں گذشتہ ۱۰۰ سال سے غیر مسلم سمجھتی ہے۔ ۱۳ روز کے بحث و جرح کے بعد پوری پارلیمنٹ ایک متفقہ نتیجہ پر پہنچ چکی ہے۔ اس کی ذمہ دار قادیانی قیادت ہے جس نے سب ممبران کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کی متنازعہ تحریروں کی تصدیق اور تائید کی۔

یحییٰ بختیار کی اس ولولہ انگیز گفتگو کے بعد دوسرے شرکاء مجلس کو بھی زبان کھولنے کا حوصلہ ہوا۔ حفیظ پیرزادہ بولے ”جو کچھ قومی اسمبلی میں ہوا ہے“ اس کے بعد تو اسی فیصلے کا اعلان کرنا پڑے گا۔ ایک گزارش میں نے یہ بھی کی کہ وزیر اعظم خواہ مخواہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی ذمہ داری قبول کررہے ہیں۔ حالانکہ اسلامی عقیدے کی رو سے قادیانی مسلمہ طور پر، طے شدہ حقیقت کے طور پر پہلے سے ہی غیر مسلم ہیں۔ اس طے شدہ اور تسلیم شدہ حقیقت کو صرف اور صرف آئینی شکل دینے کی ذمہ داری جو ایک اہم سعادت کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ قومی اسمبلی قبول کررہی ہے جس کا اعلان قائد ایوان کی حیثیت سے وزیر اعظم کرنے والے ہیں۔ آئینی دفعہ کے اضافے کا یہ فیصلہ قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ ہے۔ پوری قوم کا متفقہ فیصلہ ہے۔ عالم اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ غلط فہمی بلاوجہ پیدا ہورہی ہے کہ مسٹر بھٹو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والے ہیں۔ ہاں البتہ اس کی زبان سے اگر یہ اعلان ہونے والا ہے اور اسے آئین کا حصہ بنایا جانے والا ہے تو اس سے حکومت کی اور پوری قوم کی ذمہ داری میں ایک اہم اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت کے طور پر تحفظ کا یقین دلائیں۔ یہ ذمہ داری ایک مقدس مذہبی فریضے کی حیثیت اختیار کرجاتی ہے اور یہ فیصلہ خود قادیانیوں کے لیے بھی مضر ہونے کے بجائے مفید ثابت ہوگا۔ آخر میں، میں نے یہ بھی عرض کردیا کہ خدانخواستہ کل آپ اس فیصلے کا اعلان نہیں کرتے تو نظم و نسق بحال رکھنے کے تمام تر انتظامات کے باوجود صورت حال آپ کے قابو میں نہیں رہے گی اور خدا ہی جانتا ہے کہ اس ملک کا حشر کیا ہوگا؟“

۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ڈاکٹر عبدالسلام نے وزیر اعظم کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کیا۔ اس کی وجہ انہوں نے اس طرح بیان کی: ”آپ جانتے ہیں کہ میں احمدیہ (قادیانی) فرقے کا ایک رکن ہوں۔ حال ہی میں قومی اسمبلی نے احمدیوں کے متعلق جو آئینی ترمیم منظور کی ہے مجھے اس سے زبردست اختلاف ہے۔ کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ کوئی شخص خالق اور مخلوق کے تعلق میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ میں قومی اسمبلی کے فیصلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا لیکن اب جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس پر عملدرآمد بھی ہو چکا ہے تو میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اس حکومت سے قطع تعلق کرلوں جس نے ایسا قانون منظور کیا ہے۔ اب میرا ایسے ملک کے ساتھ تعلق واجبی سا ہوگا جہاں میرے فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو۔“

فروری ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے امریکی سینٹ کے ارکان کو ایک چٹھی لکھی کہ: ’’آپ پاکستان پر دباؤ ڈالیں اور اقتصادی امداد مشروط طور پر دیں تاکہ ہمارے خلاف کئے گئے اقدامات حکومت پاکستان واپس لے لے۔‘‘

۳۰؍اپریل ۱۹۸۴ء کو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد قادیانی آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کی خلاف ورزی پر مقدمات کے خوف سے بھاگ کر لندن چلے گئے۔ رات کو لندن میں انہوں نے مرکزی قادیانی عبادت گاہ ’’بیت الفضل‘‘ سے ملحقہ محمود ہال میں غصہ سے بھرپور جوشیلی تقریر کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر عبدالسلام مرزا طاہر کے سامنے صف اوّل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا طاہر احمد نے اپنے خطاب میں صدارتی آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء (جس کی رو سے قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا تھا) پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے اسے حقوق انسانی کے منافی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ احمدیوں کی بددعا سے عنقریب پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ مزید برآں انہوں نے امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک سے اپیل کی کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر پاکستان کی تمام اقتصادی امداد بند کردیں۔ اپنے خطاب کے آخر میں مرزا طاہر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ’’صرف آپ میرے دفتر میں ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ آپ سے چند ضروری باتیں کرنا ہیں۔‘‘ ’’فرزند احمدیت‘‘ ڈاکٹر عبدالسلام نے اسے اپنی سعادت سمجھا اور ملاقات کے لیے حاضر ہوگئے۔ اس ملاقات میں مرزا طاہر احمد نے ڈاکٹر عبدالسلام کو ہدایت کی کہ وہ صدر ضیاء الحق سے ملاقات کریں اور انھیں آرڈیننس واپس لینے کے لیے کہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر عبدالسلام نے جنرل محمد ضیاء الحق سے پریذیڈنٹ ہاؤس میں ملاقات کی اور انہیں جماعت احمدیہ کے جذبات سے آگاہ کیا۔ صدر ضیاء الحق نے بڑے تحمل اور توجہ سے انہیں سنا۔ جواب میں صدر ضیاء الحق اٹھے اور الماری سے قادیانی قرآن ’’تذکرہ‘‘ مجموعہ وحی مقدس والہامات اٹھالائے اور کہا کہ یہ آپ کا قرآن ہے اور دیکھیں اس میں کس طرح قرآن مجید کی آیات میں تحریف کی ہے اور ایک نشان زدہ صفحہ کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اس صفحہ پر مندرجہ ذیل آیت درج تھی: انا انزلنا قریبا من القادیان ترجمہ: ’’(اے مرزا قادیانی) یقیناً ہم نے قرآن کو قادیان (گورداسپور بھارت) کے قریب نازل کیا۔‘‘ (نعوذباللہ) (تذکرہ مجموعہ وحی مقدس والہامات طبع چہارم ص ۵۹ از مرزا قادیانی) اور مزید لکھا ہے کہ یہ تمام قرآن مرزا قادیانی پر دوبارہ نازل ہوا ہے۔ ضیاء الحق نے کہا کہ یہ بات مجھ سمیت ہر مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور وہ بے حد شرمندہ ہوا اور کھسیانا ہو کر بات کو ٹالتے ہوئے پھر حاضر ہونے کا کہہ کر اجازت لے کر رخصت ہوگیا۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے باورچی کا سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر میں مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی کے قدیم ساتھی جناب غلام یاسین کے بھتیجے جناب حافظ عبدالغفار بطور باورچی کے مدرسہ میں تعینات تھے۔ ۲۴؍رمضان المبارک کو چنیوٹ میں ان کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ شدید چوٹیں آئیں۔ نازک ترین حالت کی وجہ فوری طور پر فیصل آباد لایا گیا۔ حالت نہ سنبھلنے کی وجہ سے ۲۶؍رمضان المبارک کو انتقال فرماگئے۔ مرحوم کی نماز جنازہ مولانا مفتی محمد احمد انور نے پڑھائی۔ جنازہ میں عالمی مجلس کی طرف سے مولانا محمد احمد و حافظ محمد انس نے شرکت کی۔ مرحوم نیک، صالح اور محنتی نوجوان تھے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ جناب غلام یاسین، مرحوم کے والدین اور عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین!

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

سہ ماہی اجلاس مبلغین

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغین کا سہ ماہی اجلاس مولانا عزیز الرحمن جالندھری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں چاروں صوبوں سے مبلغین حضرات نے شرکت کی۔ اجلاس میں گزشتہ سہ ماہی کے پروگراموں کی تکمیل پر مبلغین حضرات کو داد تحسین پیش کی گئی۔ نیز ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا کی یاد میں ملک بھر میں جلسے، اجتماعات، کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں گزشتہ ہفتے گوجرانوالہ میں عاقب نامی قادیانی جس نے فیس بک پر بیت اللہ شریف پر ایک ننگی لڑکی کی تصویر بنا کر شائع کی۔ جب علاقائی مسلمانوں نے احتجاج کیا تو اس نے اپنے گھر کی چھت پر سے فائرنگ کی۔ جس سے ایک مسلمان زخمی ہوا۔ جس پر اشتعال پیدا ہوا اور مسلم قادیانی تصادم ہوگیا۔ قادیانیوں کی اس کفریہ حرکت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ قادیانی اس قسم کی حرکات کر کے بیرون ملک میں ویزہ حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی حرکات کرتے ہیں۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ شعائر اسلام کی توہین پر سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ تاکہ اس قسم کے خبیث الفطرت ملک میں امن وامان کا مسئلہ پیدا نہ کریں۔ نیز آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے لئے ۲۳،۲۲ راکتوبر ۲۰۱۴ء کی تاریخیں متعین کی گئیں اور فیصلہ کیا گیا کہ اس کانفرنس میں حسب سابق ملک کی نامور مذہبی وسیاسی شخصیات سمیت مشائخ عظام کو مدعو کیا جائے گا۔ کانفرنس کی تیاری کے لئے مولانا اللہ وسایا، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا عزیز الرحمن ثانی پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی۔ جو علماء اور مشائخ عظام سے رابطہ قائم کرے گی۔

ایک سالہ تخصص ایک اہم پیش رفت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات اسلام کی تاریخ میں ایک روشن باب ہیں۔ ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ کا جماعتی فیصلہ عالمی مجلس کی تابناک تاریخ میں ایک درخشندہ باب کا اضافہ ہے۔ فارغ التحصیل علماء کرام کے لئے ترتیب دیا گیا یہ کورس منفرد نوعیت کا حامل ہے۔ جس میں اجرائے صرف ونحو بمعہ تراکیب، اصول تفسیر، اصول حدیث وجرح وتعدیل، اصول فقہ، اصول تاریخ، سینکڑوں احادیث کا حفظ، مضمون نگاری ومقالہ نویسی، جغرافیہ وفلکیات، تمام فرق باطلہ کا تحقیقی مطالعہ بالخصوص ام الفتن مرزائیت کا بھرپور علمی محاسبہ اور خطابت جیسے اہم عنوانات شامل ہیں۔ طلباء کرام کے قیام وطعام سمیت فی کس ۱۵۰۰ صد ماہانہ وظیفہ۔

اللہ تعالیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام واکابرین اور اساتذہ ومبلغین کی مدد ونصرت فرمائے اور حاسدین کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین • بجاہ النبی الامین ﷺ!

مولانا اکرم طوفانی کے فیصلے کا ملک بھر میں خیر مقدم

شبان ختم نبوت کے بانی و سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اکرم طوفانی نے شبان ختم نبوت کی ملک بھر میں تمام شاخوں کو ختم کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ نوجوان اگر ختم نبوت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے کریں۔ انہوں نے کہا کہ بعض علاقوں میں بے ضابطگیوں کی اطلاعات آرہی تھیں۔ اصلاح کی تمام کوششوں کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نوجوانوں کا علیحدہ پلیٹ فارم تحریک ختم نبوت کی کمزوری کا باعث بن رہا ہے لہٰذا بحیثیت بانی سرپرست کے تمام شاخوں کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں اور شبان ختم نبوت کے متعلق تمام نوجوانوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بزرگوں کی قیادت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جس کی قیادت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی، استاذ العلماء مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، پیر طریقت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، یادگار اسلاف مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، درویش منش عالم دین مولانا مفتی محمد حسن فرمارہے ہیں۔ جنہیں تمام مسالک کے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تائید حاصل ہے۔ کسی اور نام سے کام کرنا اس اہم ترین پلیٹ فارم کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔

مولانا محمد اکرم طوفانی کے اس اقدام کا ملک بھر میں خیر مقدم کیا گیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام اور دیگر جماعتوں نے مولانا طوفانی کے فیصلہ کو وقت کا اہم تقاضا قرار دیا۔

منجانب: (مولانا) نور محمد ہزاروی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

سرگودھا، 0321-9601521

چلو چلو ختمِ نبوت چوک قصہ خوانی چلو * چلو چلو ختمِ نبوت چوک قصہ خوانی چلو

یومِ ختمِ نبوت
40واں

بتاریخ 7 ستمبر بروز اتوار بعد نماز عشاء بمقام ختمِ نبوت چوک قصہ خوانی پشاور

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن ثانی

مولانا قاضی احسان احمد

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پشاور 0333-9182737 0336-5574009

یہ پروگرام www.amtkn.com اس ویب سائٹ پر براہ راست ملاحظہ فرمائیں

سالانہ عظیم الشان ختمِ نبوۃ کانفرنس کوہاٹ

حضرت مولانا خان محمد

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب

مولانا عبدالمجید لدھیانوی

حضرت مولانا مختارالدین

6 ستمبر 2014 ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد حاجی بہادر صاحب

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کوہاٹ رابطہ نمبر: 0333-9622607 0333-9612491 0333-9626561

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

بیاد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب

حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی شیخ الحدیث

خواجہ خلیل احمد صاحب

حضرت مولانا محمد اسحاق ساقی

سالانہ عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس

12 ستمبر 2014 جمعہ جامع مسجد الصادق بہاولپور

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن

شاہین ختم نبوۃ حضرت مولانا اللہ وسایا

حضرت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری ساہیوال

حاجی سیف الرحمٰن امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور

0300-6851586
0323-6517480
062-26532053

یوم ختم نبوت

7 ستمبر 1974 کو پاکستان کی منتخب جمہوری حکومت نے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی ملعون اور اس کے پیروکاروں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنیاد پر ایک متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔
اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد میں

عبدالمجید لدھیانوی

عبدالرزاق اسکندر

عزیز الرحمٰن

سالانہ عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس

7 ستمبر 2014 اتوار 12 بجے

مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد

051-2829186
0300-7550481
0334-5082180

تاریخی عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس

محمد عالم

13 ستمبر 2014 ہفتہ بعد نماز مغرب کمپنی باغ شیخوپورہ

عبدالمجید لدھیانوی

محمد ناصر الدین خان خاکوانی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ ضلع شیخوپورہ

0300-4304277
0321-4134373
0303-6430074